قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پاگیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

ماھنامہ

المُرشِد

لاہور

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کےلیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات
جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے، نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا،
مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتباعِ سُنت
حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عینِ تصوف سمجھی جاتی ہیں
حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوفِ اِسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ
المرشد
لاہور
سی.پی.ایل نمبر ۳

جلد ۱۹ ، رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ بمطابق فروری ۱۹۹۸ء ، شمارہ ۷

مدیر:- تاج رحیم ★ سرکولیشن مینجر:- رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

		صفحہ نمبر
اداریہ	ایڈیٹر	۳
رمضان المبارک کی برکات اور نفاذِ اسلام	مولانا محمدؐ اکرم اعوان	۴
حضرت جیؒ کا مشن	"	۱۶
گاہے گاہے باز خواں	اللہ دتہ تمیمی	۲۲
مجاہدے کا مہینہ	مولانا محمدؐ اکرم اعوان	۳۰
حضرت جیؒ کی زندگی مبارک	"	۴۱

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق : انتخاب جدید پریس لاہور
فون:- ۶۳۱۴۳۶۵

پتہ:- ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور: ۵۱۸۰۴۶۷

اداریہ

شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰن

رمضان المبارک وہ مقدس مہینہ ہے جس کو یہ شرف نصیب ہوا کہ کلام باری بارگاہ صمدیت سے بیت العزۃ میں جو آسمانِ اوّل پر ہے نازل ہوا اور وہاں سے بحکم الٰہی تیئیس برسوں میں بتدریج مکمل ہوا۔ اب ان لوگوں کو جن کے لیے یہ مبارک کلام نازل ہوا، بھی تقدس کا ایک خاص مقام چاہیے تھا کہ وہ اس سے کماحقہٗ فائدہ حاصل کر سکتے۔ سو اللہ کریم نے اس ماہ مبارک میں جہاں رحمتوں کے دروازے کھول دیئے، بخشش عام کر دی وہاں کمال اطاعت کے اظہار کے لیے روزہ فرض کر دیا۔ ویسے تو سارا سال ایک مسلمان کمانے، خرچ کرنے، دوستی دشمنی، تعلقات و عبادات میں اطاعت الٰہی کا رنگ ہی لیے ہوتا ہے مگر اس ماہ مبارک میں تو ایک خاص وقت سے مقررہ وقت تک حلال کھانے پینے سے بھی رک جاتا ہے اور اسے اللہ کریم کا ایک خاص قرب نصیب ہوتا ہے جس کی دو وجہیں ہیں کہ نہ کھانا پینا اوصاف ملکوتی میں سے ہے یعنی یہ فرشتوں کی صفت ہے اور اس کے باعث ارشاداتِ باری کو قبول کرنے کی استعداد نصیب ہوتی ہے۔ دوسرے روزہ دار کو اللہ کریم سے ایک خاص حضوری حاصل ہوتی ہے مثلاً دوپہر کی گرمی ہے، پیاس کی شدّت ہے، ٹھنڈے پانی کا گھڑا رکھا ہے، کمرے میں کوئی دوسرا انسان موجود نہیں مگر یہ پانی اس لیے نہیں پی رہا ہے کہ اس کا اللہ، اس کا معبودِ برحق، اس کے پاس موجود ہے۔ ایک بار میں ایک جوہڑ کے کنارے کھڑا تھا جو کچّی سڑک کے ساتھ تھا۔ ظہر کا وقت اور رمضان کا مہینہ تھا۔ ایک گڈریا آیا، بھیڑوں کا گلہ پانی پر ٹوٹ پڑا مگر اس نے سر سے وہ چادر اتاری جس کا گٹھر سا بنا کر سایہ بنا رکھا تھا، وضو کیا اور اللہ کریم کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ اسے خیال بھی نہ گزرا کہ چند گھونٹ پانی پی لوں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس کے ربّ نے اسے اجازت نہیں دی تھی۔ اور اس کا ربّ اس کے پاس موجود تھا۔ یہ حضوری بھی قبول حق کی استعداد پیدا کرتی ہے۔

اور اس کے ساتھ روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں بلکہ زبان کو جھوٹ اور بدکلامی سے روکنے کا نام ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے اگر تمھیں کوئی گالی بھی دے تو کہہ دو میں روزہ سے ہوں۔ ایسے ہی کانوں کو فحش سننے سے روکنا، نگاہ کو فحش نگاہی سے بچانا اور اپنے اعمال کو نافرمانی سے محفوظ رکھنے کا نام روزہ ہے۔ روزہ کا معنٰی لگام کھینچ لینا ہے، روک لینا ہے، اپنی ساری کوشش سے، اپنی ساری قوت سے اپنے آپ کو ان حدود کے اندر پابند کر لینا جہاں رحمت الٰہی پوری شدت سے دلوں کو جل تھل کیے دے رہی ہے، جہاں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب کم از کم ستر گنا ہے۔ جس کے ایک دن کا روزہ، جس کی ایک رات کا قیام ساری زندگی کی خطاؤں کو بہا لے جاتا ہے بشرطیکہ دلی کیفیات اور اندرونی جذبات اس کا ساتھ دے رہے ہوں۔ جس مبارک مہینے میں ایک عشرہ ایسا بھی ہے کہ جسے فرصت ہو ساری کائنات سے کٹ کر صرف ربّ کریم سے لو لگا کر بیٹھ جائے۔ اسی کے گھر میں، کسی گوشے میں، کسی کٹڑے میں، کسی کونے میں، اور سوائے اللہ کے تب تک کسی سے بات نہ کرے جب تک ضروری نہ ہو، تب تک باہر نہ نکلے جب تک مجبوری نہ ہو۔ پھر اس کی قدرت کا تماشا دیکھے۔ مگر حضور قلبی شرط ہے۔ کسی صاحبِ دل کی صحبت اور نظر بھی کبھی نصیب ہوئی ہو۔ یہاں ایک رات ایسی ہے جو ہزاروں مہینوں پر بھاری ہے۔ مگر یاد رکھو دل ساتھ لے کر بیٹھنا ورنہ اداکاری ہوگی، عمل نہیں۔ اور نتائج عمل پہ مرتب ہوتے ہیں اداکاری پہ صرف چند سکّے اور باقی تالیاں۔

اللہ کریم سب مسلمانوں کو رمضان المبارک کی برکات نصیب فرمائے اور عالم اسلام کی ہر حال اور ہر مصیبت میں نگہداشت فرمائے۔

تاج رحیم

رمضان المبارک کی برکات اور نفاذِ اسلام

مولانا محمد اکرم اعوان

ماہ مبارک اپنی برکات اپنے انعامات اور اللہ کی بخشش اور عطا کے اعتبار سے تمام مہینوں کا سردار مہینہ جسے اللہ جل شانہ نے اپنا مہینہ قرار دیا ہے اور جس کا ایک ایک دن عمر بھر کی خطاؤں کی بخشش کے لئے کافی ہے کہ ارشاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کا من صام رمضان ایمانا" و احتسابا" غفر له ما تقدم من ذنبه اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایمان و احتساب سے اللہ پر یقین ضروریات دین پر یقین آخرت پر یقین کے ساتھ اور اپنی زندگی کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنی خطاؤں کی بخشش چاہتے ہوئے اپنے گناہوں اور اپنی لغزشوں کو پیش نظر رکھ کر جس نے اللہ سے بخشش طلب کی اور ماہ مبارک کا روزہ رکھا تو ایک روزہ زندگی بھر کی خطاؤں کی بخشش کے لئے کافی ہے۔ اس طرح اس کی ایک ایک رات من صام رمضان ایمانا و احتسابا۔ من قام رمضان ایمانا و احتسابا۔ جس نے رمضان کی رات کو قیام کیا کسی بھی رات کو ایمان و احتساب یہ دو شرائط اس میں بھی ہیں یقین ہو اللہ پر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ضروریات دین پر آخرت پر اور احتساب کرتے ہوئے اب تو احتساب کا لفظ عام ہو گیا ہے ہر کوئی سمجھتا ہے احتساب محاسبے کو کہتے ہیں اپنا محاسبہ کرتے ہوئے اپنی خطاؤں کو سامنے رکھ کر

ے بھلانے کی کوشش جسے کر رہے تھے
وہی جرم وقت دعا یاد آیا

تو اس کیفیت کے ساتھ جس نے ایک رات کا قیام کیا اس رات سے پہلے کی ساری زندگی کی خطاؤں کی بخشش کے لئے وہ کافی ہے اور محققین کے مطابق جس نے عشاء با جماعت پالی اور فجر با جماعت ادا کی وہ قائم اللیل شمار ہوتا ہے۔ گویا اس نے ساری رات قیام کیا جیسا کہ ارشاد ہے حدیث پاک میں کہ اس کا پہلا عشرہ رحمت عامہ کا ہے۔ اوله رحمته رحمت باری کا سیلاب امڈتا ہے رحمت باری کی گھٹائیں امڈ امڈ کر آتی ہیں اور رحمت باری ہر لحظہ ہر آن پورے جوبن سے برس رہی ہوتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے کاسہ دل کو سیدھا رکھتے ہیں اگر کہیں کمی ہوتی ہے تو ٹیڑھا پن کاسہ دل میں ہوتا ہے باران رحمت میں کمی نہیں ہوتی کہیں ہمارے اعتقاد کی کمزوریاں، کہیں ہماری رسومات کی پیروی، کہیں ہمارے کردار کی خامیاں۔ ہمارے کاسہ دل کو ٹیڑھا کر دیتی ہیں اور اس میں کجی آ جاتی ہے اور خدا نخواستہ عقیدے میں خرابی آئے تو کاسہ دل الٹ جاتا ہے۔ اس میں کچھ نہیں پڑتا خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھوں نے کاسہ دل کو سیدھا رکھا رحمت باری سے بھرا۔

اوسطه مغفرة اور اس کا درمیانی عشرہ بخشش کا ہوتا ہے ہر طالب کے لئے بخشش عام ہوتی ہے۔

رمضان کی قضا کبھی رمضان میں نہیں ہوتی۔ غیر رمضان میں ہوتی ہے۔ رمضان جب بھی آئے گا اس کے اپنے روزے فرض ہوں گے اور کسی بھی رمضان کا جو روزہ چھوٹ جائے گا اسے آپ قضا کریں گے تو وہ غیر رمضان میں ہو گا رمضان کے روزے کی لذت اپنی ہے غیر رمضان میں قضا کرنے کی بات اپنی ہے۔

وآخرہ العتق من النار اور آخری عشرہ دوزخ سے برات کی ضمانت دی جاتی ہے جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب بدر کے لئے دی تھی جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عشرہ مبشرہ کے لئے دی تھی کہ یہ دس لوگ قطعی جنتی ہیں۔ اسی طرح سے آدمی کو جنتی ہونے کی سند مل جاتی ہے۔ ایک سوال یہاں تشنہ رہ جاتا ہے کہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتا دیا ان کے جنتی ہونے کی خبر دے دی اصحاب بدر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دے دی تمام صحابہ کو اللہ نے رضی اللہ عنھم کہہ کر اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دے دیا قرآن نے خبر دے دی سب کے جنتی ہونے کی لیکن آج اس عشرہ رمضان میں جسے دوزخ سے برات کی سند مل گئی اسے کون بتائے کیسے پتہ چلے اس کا معیار ہر شخص کے اپنے اندر موجود ہے۔ اگر دوزخ سے برات کی سند مل گئی تو اہل دوزخ جیسے کام کرنے سے نفرت پیدا ہو جائے گی یہ پوری توجہ سے نوٹ فرما لیجئے دوزخ سے برات کی سند مل گئی تو اہل دوزخ جیسے کام کرنے سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور ایسے کام کرنے کی رغبت بیدار ہو جائے گی جو اہل جنت کو سزاوار ہیں یہ معیار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی ارشاد فرمائے ہوئے معیار کے مطابق اس لئے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اہل بدر آج کے بعد جو چاہیں کریں۔ جنت ان کے لئے واجب ہو گئی تو جو چاہیں کریں بہت وسیع لفظ ہے۔ گناہ کے علاوہ اس میں کفر و شرک بھی آ سکتا ہے جو چاہیں کریں خدا نخواستہ شرک کر لیں کفر کر لیں اور اللہ کا ارشاد ہے کہ وہ شرک کو نہیں بخشے گا کافر کے لئے جنت نہیں ہے تو یہ کیسے درست ہو گا جو چاہیں کریں تو یہاں شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چاہیں گے وہی جو اللہ چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہیں کی رخصت اس لئے دی ہے کہ جب ان پر جنت واجب ہو گئی تو اب ان کی رضا مرضیات باری میں فنا ہو گئی۔ اب وہ وہی چاہیں گے جو اللہ چاہتا ہے۔ اللہ کی پسند کے خلاف وہ کبھی چاہیں گے نہیں۔ آج بھی جسے دوزخ سے برات نصیب ہو گئی وہ اپنی خواہشات کو اپنی آرزوؤں کو اپنے ارادوں کو اپنی تمناؤں کو جانچے۔ اگر تو ان کی اصلاح ہو گئی۔ اگر وہ اہل جنت جیسی ہو گئیں ہیں تو یقیناً" دوزخ سے برات کی سند مل گئی۔ جمعہ ویسے بھی اس آدمی کے لئے جس میں استطاعت حج کی نہیں ہے۔ اس کے لئے حج کا بدل جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ اگر صاحب استطاعت ہو تو زندگی میں ایک حج فرض ہے اور غریب پر مہینے میں چار حج فرض ہیں۔ ہر جمعہ حج کی فضیلت رکھتا ہے۔ ہر اس آدمی کے لئے جس میں استطاعت نہیں اور جس میں استطاعت ہے ثواب اسے بھی حج کا ملتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ اس پر اس حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی وہ اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ حج وہ عبادت ہے جو زندگی میں صاحب استطاعت پر ایک بار فرض کی گئی گویا ایک بار حج پر جانا اور حج سے بہرہ ور ہونا زندگی بھر کی اصلاح اور مثبت تبدیلی کے لئے اللہ

کریم نے کافی سمجھا اور اگر خدا نخواستہ کسی کی حج پر جا کر بھی اصلاح نہیں ہوتی تو پھر وہ ہر سال بھی جاتا رہے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اسی طرح رمضان المبارک اگر گزر جاتا ہے تو کوئی فائدہ نہیں رمضان المبارک کو اپنے نقوش ثبت کرنے چاہیں عملاً" اور شکلاً" جو روزہ ہے کہ کھانے پینے سے رک گئے یا اور امور سے رک گئے یہ پابندی تو ختم ہو گئی۔ رمضان المبارک کا مہینہ تو گزر گیا لیکن ہر خطا سے رکنے کی پابندی کو اگر طبیعت میں جگہ دے گیا تو رمضان گیا نہیں رمضان موجود ہے۔ اگر جھوٹ بولنے سے ڈر لگتا ہے تو رمضان موجود ہے۔ اس کی برکات موجود ہیں۔ اگر حرام کھانے سے ڈر لگتاہے تو رمضان موجود ہے۔ اس کی برکات موجود ہیں۔ اطاعت الٰہی کی رغبت باقی ہے تو رمضان باقی ہے اسکی برکات باقی ہیں اوراگر یہ چیزیں نصیب نہیں ہوئیں تو پھر واقعی گزر گیااور یاد رکھیں گزرے ہوئے لمحات لوٹا نہیں کرتے۔

اللہ کریم نے جہاں روزہ قضا کرنے کی اجازت دی ہے بیمار اور مریض کو منکان مریضا" او علی سفر فعدۃ من ایام اخر۔ اگرکوئی بیمار ہو اگر کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ قضاکر لے دوسرے دنوں میں روزہ رکھ لے اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا وان تصومو اخیر لکم۔لیکن اگر مریض میں رکھنے کی سکت ہو تو ضرور رکھے۔ مسافر سفرمیں رکھ سکتا ہو تو ضرور رکھے۔ ان تصوموا خیر لکم اگر رکھے تو بہت بہتر ہے۔

اس لئے کہ رمضان کی قضا کبھی رمضان میں نہیں ہوتی۔ غیر رمضان میں ہوتی ہے۔ رمضان جب بھی آئے گا اس کے اپنے روزے فرض ہوں گے اور کسی بھی رمضان کا جو روزہ چھوٹ جائے گا اسے آپ قضاکریں گے تو وہ غیر رمضان میں ہو گا رمضان کے روزے کی لذت اپنی ہے غیر رمضان میں قضا کرنے کی بات اپنی ہے۔ اس لئے فرمایا ان تصوموا خیر لکم۔اگر رکھو تو بہت بہتر ہے۔

عزیزان من! اللہ کریم کو اپنے بندوں کو بھوکا پیاسا رکھنا منظور نہیں تھا اس کے خزانوں میں کمی نہیں آتی بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ رمضان المبارک میں غیر رمضان سے زیادہ اخراجات وسیع ہو جاتے ہیں کھایا پیا زیادہ جاتا ہے۔ خیرات و صدقات زیادہ ہوتے ہیں۔ اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ اطاعت الٰہی کی توفیق ہو جائے یہ ایک مجاہدہ اضطراری ہے۔ وہ مجاہدہ جو حکماً" کرایا جاتا ہے۔ مجاہدے کی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری جو ہم اپنی مرضی سے کرتے ہیں ایک اضطراری جو حکماً" کرایا جاتا ہے۔ تو یہ ایک مجاہدہ ہے اوراس کے ثمرات کو مد نظر رکھنا چاہئے آج جمعتہ الوداع کی وہ ساعت ہے کہ دل سے نکلی ہوئی بات کے رد ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ اس لئے کہ اللہ سے کلام کرنے کا شرف صرف دل کو نصیب ہے۔ زبان ماوشما سے بات کرنے کے لئے ہے۔زبان مخلوق سے بات کرنے کے لئے ہے۔ اللہ سے بات کرنے کے لئے دل ہے۔ اگر دل میں یہ شعور بیدار ہو گیا تو اس نے رب کو پہچانا اگر دل میں یہ جرات پیدا ہو گئی کہ اس نے اپنے رب کا نام لیا۔ اگر دل میں یہ طاقت پیدا ہو گئی کہ اس نے اپنی آرزو اپنے رب کے سامنے پیش کر دی تو اس کے رد ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

حضرات گرامی! صدیوں کے فاصلے نے ہمیں جہاں ایمان و یقین میں دراڑیں ڈال دیں اور یہ بڑی درد ناک بات ہے ہم اسے سرسری سا لیتے ہیں اور گزر جاتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نہیں میرا ایمان تو بڑا مضبوط ہے۔ یاد رکھیے جو ایمان اللہ کی نا فرمانی سے روکنے کا کام نہیں کرتا وہ مضبوط نہیں۔ وہ کمزور ہے۔ جو ایمان حرام کھانے کو برداشت کر لیتا ہے اور حلال پہ اصرار نہیں کرتا اور حرام سے روک نہیں سکتا وہ مضبوط نہیں وہ کمزور ہے جو

ایمان فرائض کی پابندی سے محروم انسان کے ساتھ گزارا کرتا ہے وہ طاقت ور نہیں وہ کمزور ہے۔ ہمارے ایمان کمزور ہو چکے ہیں۔ان میں دراڑیں پڑ چکی ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ جو رسومات ہم نے خود ایجاد کیں انہیں ہم اپنے لئے باعث عزت سمجھ کر پوری پابندی سے ہم ان پر عمل کرتے ہیں وہ شادی کی ہوں' جنازے کی ہوں' مرنے والے کی ہوں یا پیدا ہونے والے کی ہر ہر رسم کو ہم فرض عین سے زیادہ اہمیت دے کر نبھاتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ہم اپنی انا اور عزت کو اور اپنے ذاتی وقار کو داؤ پر نہیں لگا سکتے۔ جب اطاعت الٰہی کی بات آتی ہے تو ہم نرم پڑ جاتے ہیں۔ ڈھیلے پڑجاتے ہیں۔ کمزورپڑ جاتے ہیں۔ ذرہ طبیعت خراب ہو تو نماز چھوٹ جاتی ہے۔ مہمان آ جائیں تو ذکر الٰہی رہ جاتا ہے۔ حلال و حرام کی تمیز بہت کم کی جاتی ہے۔ یہ ایمان مضبوط نہیں ہے۔ یہ کمزور ایمان ہے۔ صدیوں کے فاصلے نے اسے کمزور کر دیا۔ بڑی جرات کا کام ہے کہ کوئی چودہ سو سال دور بیٹھ کر آج بھی اپنے دل میں جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محسوس کرے بڑی جرات کی بات ہے کہ کوئی چودہ سو سال دور بیٹھ کر اپنے دل میں ان ارشادات کی لذت محسوس کرے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے۔ بڑی ہمت کی بات ہے کہ چودہ سو سال دور بیٹھ کر آج بھی اسے توحید باری اسی طرح عزیز ہو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی تھی۔ آج بھی اس کے سجدوں میں وہ سوز ہو اس کی اذانوں میں وہ گرج ہو۔ اس کے کردار میں وہ مضبوطی ہو اور اس کی فکر میں وہ حیات ہو اس کی نگاہوں میں وہ حیا ہو اور اس کی زبان پر اسی طرح سے حق ہو۔ بڑی ہمت کی بات ہے اور یہی وہ بات ہے جس کو رب العالمین سے مانگنا چاہیے۔ ہم بے وقوف ہیں۔ ہم اسی لئے بے وقوف ہیں کہ ہم اس سے وہ بات مانگتے ہیں جو از خود اس نے دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ ہم اس سے رزق مانگتے ہیں۔ رزق دینے کا ذمہ اس نے خود لے لیا ہے۔

وما من دابته فی الارض الاعلی اللہ رزقھا۔ ہر متنفس جو زمین پر ہے اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے تو رزق مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے تو ٹھیکہ لے لیا۔ اس کے اپنے ذمے ہے وہ رب ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ ہم اولاد مانگتے ہیں۔ ہم صحت مانگتے ہیں۔ ہم زندگی مانگتے ہیں۔ ارے یہ ساری چیزیں اس نے اپنے ذمے لے لی ہیں اور وہ ان کو بھی دے رہا ہے جو اس کو مانتے ہی نہیں کافر و مشرک بھی آپکو صحت مند نظر آئیں گے۔ بے دین بھی آپ کو صاحب اولاد نظر آئیں گے۔ بدکار بھی آپ کو مالدار نظر آئیں گے۔ لیکن ہر کوئی صاحب درد اور صاحب دل نہیں ہو گا۔ مانگنے کی چیز ہے کہ دل زندہ مانگو۔ دل پر درد مانگو۔ وہ دل مانگو جس میں آج بھی اس کی ذات اور اس کی تجلیات برستی ہوں وہ دل مانگو جس میں آج بھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو وہ دل مانگو جو آج بھی جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا طالب ہو وہ دل مانگو جس میں شہادت کی آرزو ہو۔ وہ دل مانگو جو اس کے وصال کا طالب ہو۔ وہ چیز مانگو جو مانگنے والوں کو ملا کرتی ہے۔ وہ چیز مانگو جو وہ اپنوں کو دیتاہے اور جسے دیتا ہے اسے اپناتا ہے۔ آج کا لمحہ دعا کی قبولیت کا لمحہ ہے۔ ضرور مانگو۔

اور یاد رکھو! ایک دل زندہ مل جائے دو عالم میں کسی چیز کے مانگنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہرچیز دل زندہ کے قدموں کے نیچے ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ دین خالص مانگو وہ شعور مانگو جو نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے پروانوں کو دیا تھا۔ زندگی کے لئے ایک ہی راستہ اور وہ اللہ سے طلب کرو اور وہ راستہ ہو سنت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا۔ہم نے دین کھو دیا ہے اور ہم نے اس کی بڑی غلط تعبیریں گھڑ لی ہیں۔ یہ تعبیریں اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے لئے تو درست ہیں اس کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوں گی ایک اصول دے دیا رب جلیل نے اور پوری توجہ اور دلجمعی سے ان اصولوں کو یاد کر لیجئے یہ دنیا ایک میلہ' ایک بازار ہے۔ آ رہے ہیں لوگ جا رہے ہیں۔ کتنے احباب' کتنے عزیز' کتنے بزرگ' کتنے دوست پچھلے رمضان کے جمعتہ المبارک کو ہمارے ساتھ تھے۔ آج وہ نہیں ہیں۔ کتنے ہم ہیں جو آج ہیں۔ اگلے جمعتہ الوداع کو رب جانے ایک بنیادی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر اللہ نے ارشاد فرمائی اور یہ یاد رکھیں جن باتوں میں خطاب نبی علیہ الصلواۃ والسلام کو ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اسکی بہت زیادہ تاکید کی گئی تو گویا اس سے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو بھی استثنیٰ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو اس سے کوئی رخصت ہو فرمایا میری طرف دعوت دینے کے لئے نتائج سے بے نیاز ہو کر بات کیا کرو۔

انک لا تھدی من احببت۔اے مخاطب تو جسے چاہے اسے ہدایت نصیب ہو جائے ایسا ممکن نہیں ہے۔ تیرا کام اللہ کی بات پہنچانا ہے۔ اسے ماننے کی توفیق دینا یہ اس کا اپنا کام ہے۔

ولکن اللہ یھدی من یشاء اللہ جسے چاہے ہدایت دے اس لئے کہ ھواعلم بالمھتدین۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کسے ہدایت دی جائے کون ہدایت کی استعداد و اہلیت رکھتا ہے اور کون اس سے اتنا بگاڑ پیدا کر چکا ہے کہ اب اس کی توبہ بھی اسے منظور نہیں۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے جو محنت فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس درد و سوز سے اپنے مقربین صحابہ سے بات کی اس درد کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منکرین سے بھی بات کی جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے۔ جس محنت و مجاہدے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی خدام کو اللہ کی بات پہنچائی اس درد اسی محنت اور اس سے زیادہ جانفشانی سے ان لوگوں تک پہنچائی جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ تمسخر اڑایا۔ دین کا کام کرنے کے لئے ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں جہاں جاؤں لوگ مجھے حضرت صاحب مانیں۔ کوئی مجھ پر تنقید نہ کرے۔ ہر کوئی میری بات سن کر سر جھکا دے۔ پھر تو ہم دین کی بات کریں۔ لوگ مذاق اڑائیں' لوگ بات نہ مانیں تو یہ تو کوئی فائدہ نہ ہوا بات کرنے کا یہ خیال غلط ہے آپ کے ذمے اپنے درد کے ساتھ اپنے خلوص کے ساتھ اپنے دل کی گہرائی کے ساتھ اللہ کی بات کا پہنچانا ہے۔ بات کون سی پہنچانی ہے جو لوگ قبول نہیں کریں گے۔ ایسی کونسی بات ہے۔ ہماری تو اب تبلیغ سکڑ گئی ہم مسنون تبلیغ نہیں کرتے اور میری یہ بات بھی یاد رکھ لیجئے۔ ہم تبلیغ صرف مسلمانوں کو کرتے ہیں حالانکہ مسنون تبلیغ کفار کے ساتھ ہے۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام سے زندگی عالی میں یہ ثابت نہیں ہے کہ کسی مسلمان کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے ہوں۔ مسلمان خدمت عالی میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گل افشانی کو چننے کے لئے مسلمان ایک ایک حرف پر نہیں وضو کے ایک ایک قطرے پر جانیں نچھاور کرتے تھے اور

محمد چوں انداز لعاب دہن
برآن آب خون ے کند انجمن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر تھوک مبارک پھینکتے تھے تو وہ زمین پر نہیں جاتی تھی لوگ اس کے لئے بھی لپکتے تھے۔

دین اند مال اند بر چشم رو۔ جس کے ہاتھ پہ کوئی

چھینٹا پڑ جاتا وہ فوراً منہ پر ملا کرتا تھا آب تازہ کنند آبرو اور اس میں وہ اپنی شوکت سمجھتا۔

مسلمانوں کے پاس تبلیغ کے لئے جانا اس کی ضرورت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھی کہ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک نقش تابندہ کو چننے کے لئے پلکوں کے بل چلا کرتے تھے تبلیغ کی سنت یہ ہے کہ مبلغ غیر مسلم کو پیغام حق پہنچائے یہ یاد کر لیجئے۔ جو اسلام سے دور ہیں اور اس لئے نہیں کہ انہیں یہ باور کرانا کہ تم جھوٹے ہو اور ہم سچے ہیں انہیں یہ باور کرانا کہ تم ہار جاؤ اور ہم جیت جائیں۔ نہیں اس درد کے ساتھ کہ یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے اسے کاش یہ کفر کی ضلالت سے اور شیطان کے پنجے سے نکل کر اللہ کی رحمت کو پالے اس درد کے ساتھ اپنی فتح و شکست کے لئے نہیں اپنی بات منوانے کے لئے نہیں اور اگر وہ نہ مانے تو بد دل ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

واجرہ علی اللہ۔ آپ کا اجر مبلغ کا اجر اللہ کے ذمے ہے یہ تبلیغ ہے مسنون۔ مسنون تبلیغ یہ ہے کہ جہاں جن لوگوں کے پاس اسلامی تعلیمات نہیں ہیں ان تک پہنچایا جائے اور یہ بڑی عجیب بات ہے۔ میں نے ایک دفعہ ایک گروپ کے ساتھ ملاقات کا اتفاق ہوا امریکہ کے ایک دور دراز علاقے میں عمر رسیدہ لوگوں کا ایک گروپ تھا تو انہوں نے جب اسلام کی بات سنی تو کہنے لگے کہ ہمیں زندگی بھر اسلام کے بارے میں صرف یہ بتایا ہے ہمارے پریچر نے اور پوپ نے اور ربی نے کہ اسلام صرف یہ ہے کہ یہودی یا عیسائی کو قتل کر دو۔ جنت چلے جاؤ اور بس یہ باتیں جو آپ بتا رہے ہیں یہ باتیں جن میں محبت کی بو ہے یا یہ باتیں کہ اسلام محبت کا مذہب ہے ہر ایک کو برے انجام سے بچانے کے لئے کرنے کے لئے یہ باتیں ہم سے کسی نے نہیں کیں تو تبلیغ یہ ہے کہ وہ محروم لوگ جن تک اسلام کی برکات اور اس کی ارشادات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات عالیہ جہاں تک نہیں پہنچ سکے وہ پہنچائے جائیں اور پھر یہ امید رکھی جائے کہ جس کے دل میں کوئی رمق باقی ہے اسے ہدایت نصیب ہو جائے گی کہ وہ جانتا ہے اور اگر کسی نے اتنی برائی کر لی اللہ سے تعلقات اتنے بگاڑ لیے کہ اب وہ اسے توبہ کی توفیق بھی نہیں دینا چاہتا تو یہ بندے کا اور رب کا معاملہ ہے کوئی پریشان نہیں ہے کہ ہم نے ہزار آدمی سے بات کی اور کسی نے بھی کلمہ نہیں پڑھا نہیں ان کا کلمہ پڑھنا نہ پڑھنا رب اور بندے کا معاملہ ہے۔ آپ نے حق پہنچا دیا یہ آپ کا اور آپ کے رب کا معاملہ ہے۔ لیکن وہ آخر کیوں نہیں مانیں گے ایسی کونسی بات ہے۔

یاد رکھیں! یہ آیات مبارکہ اس عہد کی یاد تازہ کر رہی ہیں جو مکہ مکرمہ میں تھا اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اگر اسلام صرف توحید باری اور رسالت نبی کریم صلی اللہ

تو یہ باتیں تب سمجھ آتی ہیں جب دل پر وہ حال اور وہ کیفیت وارد ہو اور دل کو پتہ چل جائے کہ اللہ ہر چیز پہ قادر ہے ہم سوچتے یہ ہیں آج وہی صورت حال درپیش ہے آج دنیا میں دو سو کروڑ مسلمان ہیں لیکن مکے کے دو آدمیوں جیسے دو سو کروڑ نہیں ہیں۔ اہل مکہ میں جو دو مسلمان تھے ان جیسے آج دو سو کروڑ نہیں ہیں۔ اس لئے کہ جب وہ دو بھی تھے پوری دنیا کے کافرانہ نظام کے خلاف ڈٹ کر میدان میں کھڑے تھے اور آج دو سو کروڑ کافرانہ نظام کے سامنے سر جھکائے ہوئے زندہ ہیں۔ کافر کی خیرات پہ زندہ ہیں۔

تعالیٰ علیہ وسلم اور عبادات اور اخلاق حسنہ تک اگر بات ختم کر دیتا تو کے میں بھی اسے کوئی تکلیف نہ ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے کفار گرویدہ تھے یہ کافروں نے اور مشرکین مکہ نے یہ نام دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق بھی ہیں اور امین بھی ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا تھا کہ میری بات سنو اور قبائل مکہ جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بارے تمہاری کیا رائے ہے۔ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق بھی جانتے ہیں اور امین بھی جانتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے قدردان تھے وہ جن اخلاق حسنہ کی وہ قدر کرتے تھے اگر ان اخلاق حسنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرتے تو انہیں کیا اعتراض تھا۔ کے میں ایسے لوگ بھی تھے جو بتوں کو نہیں مانتے تھے اور کے میں دنیا کے بے شمار مذاہب کا وہاں چربہ موجود تھا ہر مذہب کے لوگ رہ رہے تھے۔ اگر ان میں مسلمانوں کا ایک طبقہ اور پیدا ہو جاتا تو کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اسلام نے توحید باری پر بس نہیں کی۔ اسلام نے رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر بس نہیں کی۔ اسلام نے عبادات پر بس نہیں کی۔ اسلام نے اخلاق حسنہ پر بس نہیں کی۔ اسلام نے انسان کے بنیادی حقوق کی بات کی اور اسلام نے ہر انسان کو انسان سمجھا اور بنی آدم کو ایک نظر سے دیکھا اور ان کے مدارج اور ان کے حقوق ان کی اہلیت و استعداد مقرر فرمائے اور اسلام نے اپنا نظام عدل دیا اسلام نے اپنا نظام معیشت دیا۔ اسلام نے اپنا نظام سیاست دیا اس کی جب بات ہوتی تو ان کے سیاسی نظام ان کے عدالتی نظام ان کے معاشی نظام سے ٹکراؤ آ جاتا اور یہ بات انہیں گوارا نہ تھی۔ اخلاق حسنہ کی تعلیمات پر وہ نہ بھڑکتے۔ محض ایک نئے عقیدے۔ توحید و رسالت پر وہ خفا نہ ہوتے۔ جھگڑا اس بات سے تھا۔

وقالوا انہوں نے کہا جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان نتبع الھدی معک۔ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لیں آپ کے راستے پر چلنا شروع کر دیں۔ نتوف من ارضنا۔ دنیا پہ یہ جو نظام کافرانہ چھایا ہوا ہے۔ یہ تو ہمیں ہمارے گھروں سے اچک لے گا۔ ہم نہیں گے کہاں ہمیں چھوڑے گا کہاں یہ جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں۔ اگر ہم زندگی کو اسطرح ڈھال لیں اور اگر ہم اس نظام سے ٹکر لیں تو پھر تو ہمیں گھروں میں کوئی رہنے نہیں دے گا۔ ہم اپنی آج کی بات سوچیں میں نے کسی جلسے میں کہہ دیا کہ اللہ کریم اگر چند مسلمانوں کے دل ہی پھیر دے جو تبلیغی اجتماع پہ رائے ونڈ جمع ہوتے ہیں اور وہ اجتماع اس نظام کے خلاف اسلام آباد کو چل پڑے تو اسے کون روک سکتا ہے۔ یہ میری ایک نیک خواہش تھی' ایک نیک آرزو تھی اور اب بھی ہے۔ اللہ قادر ہے۔ بڑے بڑے اچھے مخلص لوگ ہوتے ہیں کسی کو شعور دے دے تو اس سے اگلے دن مجھے ایک خط ملا۔ اس نے بہت کچھ ناراضگی کا اظہار بھی کیا۔ ساتھی نے اور اب میری یہ تقریر اگر اس تک پہنچے تو اسے سمجھ آ جائے کہ جی تبلیغی جماعت تو عالمی سطح پر کام کر رہی ہے اور آپ اس کا قبلہ اسلام آباد کی طرف یعنی ایک بہت وسیع کام کو سمیٹ کر آپ ایک چھوٹی سی جگہ پہ کرنے کے درپے ہیں۔ ان کی باتوں کا حاصل یہ تھا باقی ساری ناراضگی ناراضگی تھی۔ حضور عالمی سطح پر آپ دنیا کے کسی فرد کے ساتھ اسلامی عدل کی بات کر سکتے ہیں۔ دنیا کے کسی ملک کے کسی فرد کے ساتھ سود کی حرمت کی بات کر

سکتے ہیں۔ دنیا کے کسی معاشرے میں جہاں بے حیائی عام ہے وہاں کسی کی بیٹی کی حرمت اور خاتون کی عزت و عصمت کی بات کرسکتے ہیں۔ نہیں کر سکتے تو کیا کر رہے ہیں اگر آپ دنیا کے کسی بھی ملک میں آپ کافر ملکوں کو چھوڑ دیجئے آپ اسلامی نظام کی بات مسلمان ممالک میں نہیں کر سکتے۔ میرے سمیت کوئی بھی شخص اس سر زمین سے باہر جائے۔ جسے ہم پاکستان کہتے ہیں اور کسی ملک میں کھڑا ہو کر یہ بات کر کے تجربہ کر کے دیکھ لے کہ اس ملک میں وہ نظام نافذ کیا جائے جو خلفائے راشدین کا تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا جو قرآن کا تھا کسی مسلمان ملک میں آپ یہ بات نہیں کر سکتے تو پھر آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ کچھ بھی نہیں کر رہے۔ اگر آپ اخلاق کریمانہ کی بات کرتے ہیں تو اس کی قدر مکے کے مشرک بھی کرتے تھے۔ بات تو وہ کی جانی چاہئے جس کیلئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری زندگی وقف کر دی اوروہ بات یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث تو ہوئے تھے خلائق کے لئے ساری کائنات کے لئے رحمتہ اللعالمین تھے سارے انسانوں کے لئے۔ اللہ کے رسول تھے۔ تریسٹھ برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دارفانی میں قیام فرمایا اور چالیس برس میں بعثت ہوئی تیئس برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم جزیرہ نمائے عرب سے باہر تشریف نہیں لے گئے کیوں؟ اس لئے کہ اس کی بنیادی ضرورت یہ تھی کہ ایک خطہ ایسا ترتیب دے دیا جائے کہ یہاں واقعی وہ نظام ہو جس نظام کی بات اسلام کرتا ہے۔ تیئس سالہ حیات نبوت اس بات پہ وقف ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس برس میں اگر ملک سے باہر بات کی تو سلاطین سے کی۔ اس لئے کہ کسی ایک سلطان کا اسلام قبول کرنا اس ملک پر اسلامی نظام کے نفاذ کی دلیل تھی۔ بادشاہتیں تھیں، شخصی بادشاہتیں تھے۔ ذاتی حکومتیں تھیں۔ ملک میں وہی ہوتا تھا جو بادشاہ چاہتا تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیئس برسوں میں کوئی ایسا تبلیغی مشن نہیں بھیجا جس نے حاکم وقت سے بات نہ کی ہو اور لوگوں سے کہا ہو کہ لوگو تم اپنے اخلاق درست کر لو کوئی ہے تو پیش کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو سفارتیں بھیجیں جو تبلیغی مشن بھیجے وہ حکام کو سلاطین کو بادشاہوں کو بھیجے جس ایک بندے کے ماننے سے پورے ملک کا نظام تبدیل ہو سکتاتھااوراپنی پوری حیات نبوی تعمیر نظام پہ نفاذ اسلام پہ اور اسلامی ریاست بنانے پہ صرف کر دی اور جب جزیرہ نمائے عرب میں ایک اسلامی ریاست بن گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بار الہا میں اپنے کام سے فارغ ہوں۔

بل وھو رفیق الاعلیٰ فرمایا بے شک اب مجھے اپنے پاس بلا لے میں یہاں سے جو تو نے میرے ذمے لگایا بھئی رسول تو کائنات کے لئے ہیں کائنات پر اسلامی ریاست ان لوگوں نے بنا دی جو اسلامی ریاست کے گھر سے جرنیل بن کے نکلے اگر جزیرہ نمائے عرب میں نفاذ اسلام نہ ہوتا مسلمان ساری دنیا بھی فتح کر لیتے نفاذ اسلام کہیں بھی نہ ہوتا۔ آج اس سرزمین کے بیٹے بوسنیا میں لڑ رہے ہیں۔ بیشان میں لڑ رہے ہیں۔ اس زمین کے بیٹے افغانستان میں لاکھوں کی تعداد میں جانیں دے چکے ہیں۔ اس زمین کے بیٹے کشمیر میں لڑ رہے ہیں۔ کہیں اسلام کے نفاذ کی امید ہے تو بتاؤ کیوں نہیں ہے۔ کیا رکاوٹ ہے اس میں اس لئے کہ اس زمین پر اسلام نافذ نہیں ہے۔ آج جس ملک کے مسلمان مجاہدین مسلمانوں کی مدد کے لئے لپکتے ہیں۔ ان کے اپنے ممالک میں عملاً" اسلام نافذ نہیں ہے۔ خوش نصیب ہے سعودی عرب کہ کچھ نہ کچھ حدود یہی اللہ کا احسان ہے کہ حدود

اسلامی نافذ تو ہیں اور ان کی برکات دیکھ لیجئے کہ روئے زمین پر دوسرے ممالک میں جرائم کی تعداد کیا ہے اور حدود کی برکات کے باعث اس ملک میں جرائم کی تعداد کتنی ہے لیکن اس کے ساتھ اسلام کا وہ معیار سیاست وہ معیار معیشت وہ وہاں بھی نہیں ہے۔ بنکاری وہاں بھی وہی ہے۔ دنیا کے ساتھ نظام وہی ہے حکومت و سلطنت استعداد کی بنیاد پر نہیں وراثت کی بنیاد پر ہے۔ جب کہ اسلام استعداد کی بنیاد پر دیتا ہے۔ اسلام شاہ اور شہنشاہ نہیں بناتا میر المومنین بناتا ہے۔ جو کمی ہے اس کی وجہ سے ان پر بھی کفار کی بالادستی ہے۔ یہ بڑی سادہ اور سیدھی بات ہے کوئی لگی لپٹی نہیں اور یہی بات اہل مکہ نے عرض کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

وقالوا اتبع الھدی معک۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی بات مان لیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں یہ راہ ہدایت ہے۔ میرے ساتھ چلو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ اپنا لیں راہ ہدایت اپنا لیں۔ دنیا پر جو ایک نظام ہے بین الاقوامی' بین الاقوامی سودی نظام' بین الاقوامی سیاسی نظام' بین الاقوامی عدالتی نظام۔ نتحطف من ارضنا۔ ہمیں تو ایسے اچک لے گا جیسے چیل کسی پرندے کا بچہ اچک لیتی ہے۔ جیسے کوئی درندہ کسی جانور کے بچے کو اچک لیتا ہے۔ نتحطف یہ تو ہمیں اچک لیں گے۔ ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ زمین پر ہمیں کوئی چلنے نہیں دے گا۔ جواب دیا رب العالمین نے سوال کیا انہوں نے نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ جواب دیا رب العالمین نے۔

اولم نمکن لھم حرماً امناً۔ کے میں رہ کر یہ ایسی بات کرتے ہیں کیا میں رب ایسا قادر نہیں ہوں جس نے یہاں ایسا حرم بنا دیا جس کی حرمت کے مشرک بھی قائل ہیں۔ جس میں مشرک بھی زیادتی نہیں کرتے۔ بھئی میں نے زمین کا ایک ایسا خطہ دے دیا یہاں کہ کافر بت پرست اور مشرک بھی اس میں امن کو بھی تباہ کرنے کی جرات نہیں کرتے اور ایسا خطہ میں نے انہیں دے دیا۔

یجبی الیہ ثمرات کل شیء رزقا من لدنا۔ کہ میری قدرت کاملہ سے یہاں کچھ پیدا نہیں ہوتا لیکن روئے زمین کا ہر پھل اور اناج کا ہر قسم کا ہر دانہ یہاں دستیاب ہے۔ یعنی یہ یہاں بیٹھ کر بات کر رہے ہیں یہی میری قدرت کاملہ کو دیکھ لیں کہ میں نے انہیں زمین بھی دی جس پر ان کے لئے امن ہے اور میں نے انہیں دنیا کا بہترین رزق بھی دیا۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ تیرے ساتھ ہو جائیں یہ جہاں جائیں گے وہاں میں امن بھی دوں گا وہاں میں انہیں رزق اور آبرو بھی دوں گا اور یہ دیکھ سکتے ہیں کہ یہاں جہاں مشرک بیٹھے ہیں کفار بیٹھے ہیں۔ بت پرست بیٹھے ہیں۔ یہاں بھی خطہ امن بھی موجود ہے۔ دنیا بھر کا رزق بھی موجود ہے۔

ولکن اکثرھم لا یعلمون○ لیکن فرمایا ان میں سے اکثریت جہلاء کی ہے۔ جاہل ہیں کیوں قرآن نے انہیں جاہل کہا جن میں بڑے بڑے فاضل موجود تھے۔ بڑے بڑے سیاست دان موجود تھے۔ بڑے بڑے فوجی ماہرین موجود تھے۔ بڑے بڑے شہنشاہ موجود تھے اور ان کے اہل دربار میں بڑے بڑے سمجھ دار اور دانا لوگ موجود تھے۔ اس لئے کہ علم ایک کیفیت کا نام ہے۔ علم الفاظ کے ذخیرے کا نام نہیں ہے۔ علم بہت سی باتوں کو جاننے کا نام نہیں ہے۔ آپ نے اخبار کو دیکھا دنیا بھر کی باتیں ایک نیوز پیپر میں جمع ہو جاتی ہیں۔ اسے ہم عالم نہیں کہتے۔ اخبار کہتے ہیں کیوں؟ کیا یہ علم نہیں ہے کہ دنیا میں کسی خطے میں کیا ہو رہا ہے۔ کوئی کیا کر رہا ہے۔

کیا ہونا چاہیے یہ ساری باتیں اس میں ہوتی ہیں۔ اسی میں ادب ہوتا ہے۔ اس میں مضامین ہوتے ہیں۔ اس میں معلومات اسے ہم عالم کیوں نہیں کہتے۔ اس لئے کہ اس بے جان ورق پر ان ساری معلومات سے کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا کوئی کیفیت مرتب نہیں ہوتی کاغذ کاغذ ہی رہتا ہے۔ کوئی بندہ بھی دنیا بھر کے علوم پڑھ جائے اور اس کے دل پر کوئی کیفیت مرتب نہ ہو اس کا حال تبدیل نہ ہو اسے آپ معلومات کا ذخیرہ تو کہہ سکتے ہیں عالم نہیں کہہ سکتے وہ معلومات ہیں اس کے پاس اخبار ہے۔ خبریں ہیں اس کے پاس۔ علم وہ ہوتا ہے جو حال کو تبدیل کر دے جو دل پر ایک کیفیت پیدا کر دے اسے آپ علم کہیں گے اور یہ قوت صرف اس علم میں ہے جو اللہ کی طرف سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ کیفیات پیدا کرنا فکر کو تبدیل کر دینا سوچوں کا رخ بدل دینا خلوص اور درد پیدا کر دینا بندے کو کائنات کے حوالے سے رب العالمین سے آشنا کر دینا یہ صرف اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی بات ہے اور ان کو بھی اگر کسی نے زبان پر ہی رکھا دماغ میں ہی رکھا دل پر نہ پہنچی تو عالم نہ بن سکا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

دنیا بھر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد جب تک کتاب دل میں کوئی حرف لکھا نہ گیا مولانا روم فرماتے ہیں مولوی نہیں بن سکا۔

تو یہ باتیں تب سمجھ آتی ہیں جب دل پر وہ حال اور وہ کیفیت وارد ہو اور دل کو پتہ چل جائے کہ اللہ ہر چیز پہ قادر ہے ہم سوچتے یہ ہیں آج وہی صورت حال درپیش ہے آج دنیا میں دو سو کروڑ مسلمان ہیں لیکن مکے کے دو آدمیوں جیسے دو سو کروڑ نہیں ہیں۔ اہل مکہ میں جو دو مسلمان تھے ان جیسے آج دو سو کروڑ نہیں ہیں۔اس لئے کہ جب وہ دو بھی تھے پوری دنیا کے کافرانہ نظام کے خلاف ڈٹ کر میدان میں کھڑے تھے اور آج دو سو کروڑ کافرانہ نظام کے سامنے سر جھکائے ہوئے زندہ ہیں۔ کافر کی خیرات پہ زندہ ہیں۔ کافر کی نوازشات کے طالب ہیں اور آج وہ بات جو کفار مکہ کو کھٹکتی تھی جسے وہ اپنا ایمان نہ لانے کا سبب کہتے تھے وہ یہ تھی کہ ہم آپؐ کی بات تو مان لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بڑی خوبصورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بہت اچھی ہے۔ آپؐ کی بات سلامتی کی بات ہے لیکن اگر ہم آپؐ کی بات مان لیں اگر آپؐ کے ہم راہ چلیں۔معک نتخطف من ارضنا۔ [illegible] سانس نہیں لینے دے گا۔ آج بھی جب ہم سوچتے ہیں تو ہماری فکر یہاں آ کر ٹکرا جاتی ہے۔ یہ جی نفاذ اسلام کی بات کرتا ہے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اس زمانے میں یہ کہتا ہے کہ ملک پر اسلام نافذ ہو یہ پاگل ہو گئے ہیں لوگ یہ بین الاقوامی نظام معیشت یہ بین الاقوامی انداز سیاست یہ بین الاقوامی جو سسٹم بنے ہوئے ہیں یہ انہیں زندہ چھوڑیں گے یہ انہیں یہ کام کرنے دیں گے اور یہ اسلام کا نام لے کر اور اسلام کو نافذ کر کے سانس لے سکیں گے زندہ رہ سکیں گے۔ ان کا معاشی نظام چل سکے گا' ان کا سیاسی نظام چل سکے گا۔ صحیح انصاف سے اپنی فکر بھی سامنے لائیے اور دوسروں کی باتیں بھی کیا یہی بات نہیں ہے اور اس بات میں اور اہل مکہ کی اس بات میں جو قرآن بتا رہا ہے کیا فرق ہے۔

عزیزان من! میں کبھی مارک کر کے قرآن دفتر سے نہیں لاتا نہ مجھے پتہ ہوتا ہے مجھے کیا کہنا ہے۔میں ہمیشہ یہاں آپ کے سامنے بیٹھ کر قرآن کھولا کرتا ہوں اور ہمیشہ بفضل اللہ وہی بات آتی ہے جو اس موقع پر کہی جانی

چاہئے۔میں نے تو آج بھی آپ کے سامنے دراز سے نکال کر قرآن کھولا کوئی ورق گردانی نہیں کی یہ اس کی مرضی کہ وہ اس جمعتہ الوداع پر آپ سے یہ بات ارشاد فرمانا چاہتا ہے تو یہ کلام اسی کا ہے۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

میرا فقط ہاتھ چل رہا ہے انہی کا مطلب نکل رہا ہے انہی کا کاغذ انہیں کا مضمون قلم انہی کا دوات ان کی میں اپنا کچھ نہیں کہہ رہا اور نہ مجھے اپنے لئے کسی سے کچھ چاہئے اس لئے کہ ہم سب محتاج ہیں نہ میں آپکو کچھ دے سکتا ہوں نہ آپ مجھے کچھ دے سکتے ہیں۔ ہم سب فقیر ہیں۔

ان اللہ غنی و انتم الفقراء۔تم سب مانگنے والے ہو دینے والا صرف وہ ایک ہے۔ ملنے کی امید بھی ہمیں اسی سے رکھنی چاہئے اور مجھے اس نے جو دیا ہے میں اسی کا تصور بھی نہیں کر سکتا میری طلب سے بے پناہ زیادہ اس نے دیا ہے مجھے اس نے کچھ بھی مانگنے سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس نے اتنا دیا ہے اتنا دیا ہے کہ اپنے حال پہ شرمندگی ہوتی ہے کہ میں اس قابل نہ تھا مزید کیا مانگا جائے مجھے کچھ نہیں چاہئے آپ سے۔ میں آپ سے کوئی شے طلب نہیں کرتا آپ بھی اپنی امیدیں اسی سے وابستہ کریں تو آیئے مل کر ایک بار پھر ایک بار یہ بات تاریخ کو بتا دیں کہ ابھی بھی ایسے لوگ ہیں جو اللہ پہ بھروسہ کرتے ہیں دنیا میں سب کچھ ہے لیکن دو سو کروڑ اور دو ارب مسلمان اللہ پر اعتماد کرنے سے خالی ہو چکے ہیں۔ اللہ کے چند بندوں کو توفیق نصیب ہوئی اور وہ افغانستان میں بغیر کسی کمال کے بغیر کسی سکیم کے بغیر کسی سروے کے' بغیر کسی مشورے کے' بغیر کسی سیاسی طاقت کی تائید کے' بغیر کسی جمعیت کے' بغیر کسی فنڈ کے' بغیر کسی اسلحہ کے' پچاس ساٹھ طالب علم جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا بھئی نہیں تھک گئے ہیں ۔ روس سے بھی لڑے اپنوں سے بھی لڑے' خانہ جنگی کرتے کرتے یار ملک قتل ہوتے ہوتے تھک گیا۔ سیدھا سیدھا کام ہے۔اسلام نافذ ہونا چاہیے اور پچاس ساٹھ لڑکے سکولوں کے طالب علم جمع ہو گئے۔ جنہیں کوئی نہیں جانتا تھا آج پورے افغانستان پر طالبان طالبان ہو رہی ہے کیسے چھا گئے بھائی کس نے انہیں سٹریجی دی۔ کس نے انہیں فوجی فنون سکھائے۔ کس نے انہیں سیاسی امور سکھائے۔ آج امریکہ بھی بغلیں جھانک رہا ہے۔ طالبان طالبان ہو رہی ہے۔ آج روس بھی پریشان ہے۔آج دنیائے کفر یہ سوچ رہی ہے کہ یہ دریائے آموں سے آگے آ جائیں گے کابل سے نکالنے کی بات اب گئی پرانی ہو گئی انہیں کابل میں ختم کر دو یہ بات گئی اب دنیائے کفر لرزہ براندام ہے کہ یہ دریائے آموں پہ رکیں گے نہیں یہ تو روس تک ہر لیک کو ملیامیٹ کرتے آئیں گے یہ کیا ہو گا کیا کیا کمال کیا انہوں نے او یار صرف ایک کام اللہ پر اعتبار کر گئے بس۔ نہ ان کے پاس کوئی سیاسی سوجھ بوجھ تھی اور نہ اب ہے نہ ان کے پاس کوئی فوجی بصیرت تھی اور نہ اب تک ہے او یار اس زمانے میں کبھی آپ نے دیکھا کہ اس زمانے کی جنگ کریں جو کسی زمانے میں ہوتی تھی کہ لشکر چڑھ کر دوڑا۔ ایک نے پہاڑی پر کھڑے ہوکر نعرہ لگایا شاباش ہے بھائی آ جاؤ اورلوگ بندوقیں لیکر دوڑ پڑے کسی کی چپلیاں نہیں ہیں کسی کے پاس ٹوپی نہیں ہے کسی نے چادر لپیٹ رکھی ہے کسی نے کوٹ پہن رکھی ہے اور بھاگے جا رہے ہیں۔ کسی کی بندوق کسی نمبر کی ہے۔ کسی کی کسی کی ہے۔ کسی کو چلانی آتی ہے۔ کسی کو چلانی آتی بھی نہیں۔ کوئی ترتیب نہیں کوئی رینک نہیں

کوئی عہدہ نہیں۔ شاباش بھائی شاباش اور دنیا کو بھگا کر آگے لگا لیا یار یہ کہتے ہیں زمانہ قدیم میں ایسا ہوتا تھا کہ سکندر نکلا وہاں سے اور یلغار چلتا چلا گیا شمال سے آئے وہ حکمران فوجیں لے کر اور یلغار کرتے چلے گئے اب تو سائنس کا دور ہے یہاں بیٹھ کر ایک بٹن دبائیں تو کہیں اٹامک وار آپ چھیڑ سکتے ہیں کہیں آپ راکٹ پھینک سکتے ہیں کہیں آپ بمبارٹمنٹ کر سکتے ہیں۔ تو اس کے لئے تو کوئی منصوبہ بندی یہ وہ کچھ بھی نہیں نہ انہیں کوئی منصوبہ آتا تھا نہ اب آتا ہے۔ نہ کوئی منصوبہ بندی تھی نہ ہے ایک ہی کام کیا انہوں نے اور صرف ایک اللہ پر اعتبار کر گئے بس تو جس طرح مکے والوں کو جواب ملا تھا۔ کہ کیا اس دنیائے کفر کے سینے پر میں نے تمہارے لئے حرم کو جگہ امن نہیں بنا دیا۔ آج کے معترض کے لئے اللہ کا جواب موجود ہے کہ دیکھ چند بے وقوفوں نے بے وقوفی کی مجھ پر اعتبار کر لیا اب سب سے بڑی بے وقوفی اللہ پر اعتبار کرنے کا نام ہے۔ ان کے پاس نہ اسلحہ تھا نہ اسلحہ چلانے کی تربیت کیا ان کے لئے زمین کو خالی نہیں کرا دیا کفر سے آج ان سردیوں میں دن میں وادی پنج شیر کے رہنے والے گھروں سے نکلتا جو ہے اس کی جرات نہیں کرتے یہ وہاں حملہ آور ہو کر ان کے گھروں میں جا کر ان سے لڑ رہے ہیں کمال ہے باہر سے جانے والوں کو بغیر جوتوں کے اس برف میں پھر رہے ہیں اور بغیر کپڑوں کے پھر رہے ہیں۔ بغیر کھائے ہوئے لڑ رہے ہیں اور مزے کی بات ہے نہ کوئی نظام ہے نہ کوئی تنخواہ ہے نہ کوئی سسٹم ہے نہ کوئی ڈاک ہے نہ کسی کے گھر میں کوئی خبر ہے' نہ کسی کو کوئی پیسہ ملتا ہے' نہ کوئی اعتبار ہے کہ صبح کھانا ملا شام ملے گا یا نہیں ملے گا' کسی کو چٹنی کسی کو پیاز کسی کو تازی کسی کو باسی جو مل گیا پیٹ بھر لیا جہاں اللہ نے دے دیا لیکن جہاں تک گئے عدل اسلامی کے نظام کو نافذ کرتے چلے گئے جہاں ہر طرف لوٹ مچی ہوئی تھی جہاں بندے اغواء ہوتے تھے بچے اٹھا لیے جاتے تھے۔ عورتیں بے آبرو ہوتی تھیں۔ قافلے لٹ جاتے تھے۔ وہاں ایسا مثالی امن ہے کہ جا کر دیکھ لو روئے زمین پر جائے امن بنا دیا اس خطے کو جس پر طالبان کا قبضہ ہے آج کے اس دوست کے لئے جس کے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کیا یہ جواب کافی نہیں ہے۔

عزیزان من! آج بھی سنت پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی شاہد محمود (سیالکوٹ) کی والدہ ماجدہ اور راشد حبیب اختر (امریکہ) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

خاموشی

(۱)۔ خاموشی عبادت ہے بغیر ریاضت کے۔
(۲)۔ خاموشی شیوہ ہے مومن کا۔
(۳)۔ خاموشی قلعہ ہے بغیر دیوار کے۔
(۴)۔ خاموشی حفاظت ہے بغیر ہتھیار کے۔
(۵) خاموشی گفتگو ہے بغیر الفاظ کے۔
(۶) خاموشی روح کا سکون ہے۔
(۷) خاموشی نیکی کرنے کا آسان طریقہ ہے۔

(ناچیز حکیم محمد صادق)

حضرت جیؒ کا مشن

مولانا محمد اکرم اعوان

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ اور ہمارے شیخ سلسلہ کی زندگی کے مختلف پہلو مختلف مجالس میں میں نے عرض کیے ہیں۔ آج چونکہ پھر آپ کا وہی پروگرام شروع ہو رہا ہے پہلا پیریڈ حضرت جیؒ کی زندگی اور آپ کے مشن کے بارے میں ہے۔ تو اس ضمن میں میں نے پہلے غالباً" کسی مجلس میں عرض کیا بھی ہے اس کا عجیب و غریب پہلو حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا ایسا ہے جو تاریخ تصوف میں اپنی ایک انفرادی شان رکھتا ہے اور جہاں تک میری معلومات ہیں یا میں جان سکا ہوں پوری تاریخ تصوف میں کوئی بھی ایسی ہستی دوسری نظر نہیں آئی اور وہ پہلو یہ ہے کہ جو اسلوب تقسیم برکات نبوت کا عہد نبوی میں صحابہ میں تابعین میں رہا قرون ثلاثہ مشہور لہا بالخیر تین زمانے جن کے خیر اور سب سے اچھا ہونے کی شہادت خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔

آپؐ نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے اس کے بعد جو میرے بعد آئیں گے اور اس کے بعد جو ان کے بعد آئیں گے یعنی جو عہد بیت چکے ہیں یا جو زمانے آنے والے ہیں ان میں سب سے بہترین عہد وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور پھر صحابہ کا اور اس کے بعد تابعین کا۔

ان قرون ثلاثہ میں آپ ایک چیز محسوس فرمائیں گے کہ عہد نبویؐ میں جو شخص آیا بغیر کسی امتیاز کے اسے شرف صحابیت عطا ہوا اور ایمان لانے کے بعد جیسے ہی حضورؐ کی بارگاہ میں پہنچا اس کی نگاہ حضورؐ کے رخ انور پر یا وجود عالی پر پڑ گئی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اس شخص پر پڑ گئی وہ صحابی قرار پایا اور جیسا کہ میں نے کل عرض کیا ہے صحابی محض ایک لفظ نہیں ہے بلکہ ایک منزل اور ایک درجے کا نشان ہے اور اس کی نشان دہی کرتا ہے۔ یہی حال فیوض و برکات کا صحابہ کرام کے عہد میں رہا کہ جو بھی ان کی مجلس میں پہنچا بیک نگاہ تابعی بن گیا اور یہی حال تابعین کے عہد میں رہا کہ جو بھی کسی تابعی کی محفل میں پہنچا اور ایک نگاہ میں وہ تبع تابعین کی صف میں شامل ہو گیا۔

اس کے بعد یہ شعبہ تقسیم ہو گیا اور اکثر حضرات نے تعلیمات نبوت پر پوری عمریں صرف کر دیں اور خدا ان کی قبروں کو نور اور روشنی سے بھر دے اور کروڑ کروڑ رحمتیں نازل فرمائے ان پر کہ انہوں نے ایک ایک ادائے

لیکن یہ اللہ کی مرضی کہ وہ طریق جو عہد نبوی میں عہد صحابہ میں' عہد تابعین میں خیرالقرون میں رہا کہ جو مجلس میں پہنچا اسے ولایت خاصہ نصیب ہوئی پوری تاریخ تصوف میں یہ نعمت پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو نصیب فرمائی۔

نبوی کو سیکھنے کے لئے سینکڑوں کوس سفر اختیار کیا۔ منزلوں پہ منزلیں ماریں۔ گھر سے باہر رہے۔ پھر سب محنتوں کے باوجود ہر زمانے میں ہمیشہ گنتی کے لوگ رہے جو تعلیمات کے ساتھ برکات نبوت کو بھی حاصل کر پائے ایک بات۔

اور دوسری بات ہر دور میں ایسے لوگ ضرور رہے ہیں جو برکات نبوت کے حامل ہوں۔ یہ اس پر بہت بڑی دلیل ہے۔ قرآن کریم کے ارشادات میں اور اللہ جل شانہ کے ارشادات میں فرمایا۔

انا نحن نزلنا الذکر و انالہ لحافظون

یہاں ذکر سے مراد قرآن حکیم ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں ہم نے اس قرآن کریم کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور یہ منفرد اعزاز ہے تمام کتب سماوی میں قرآن مجید کا۔ اب جو حفاظت الٰہیہ قرآن کریم کو حاصل ہے اس کو اگر یہ سمجھا جائے کہ قرآن کریم لوح محفوظ میں محفوظ رہے گا تو یہ تو پہلے بھی محفوظ ہے۔ لوح محفوظ پر تو کسی کا تصرف نہیں۔ اگر اس کو یہ سمجھا جائے کہ قرآن حکیم زمین پر نازل ہونے کے بعد اپنی اصلی صورت میں باقی رہے گا۔ صرف کتابی صورت میں تو قرآن حکیم کو اگر کوئی مانتا نہ ہو جانتا نہ ہو' سمجھتا نہ ہو تو اس کے لئے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ بلکہ اس کا ہونا نہ ہونے سے اسے زیادہ مصیبت میں ڈالے گا کہ اس پر اتمام حجت کر رہا ہے۔ تو حفاظت الٰہیہ سے مراد یہ ہو گی کہ قران کریم اپنی تمام برکات کے ساتھ عالم انسانیت میں جب تک عالم انسانیت باقی ہے۔ موجود رہے اور قرآن کی برکات فہم قرآن ہے۔ قرآن کی سمجھ ہے اور قرآن کی سمجھ جو ہے وہ دونوں چیزوں سے ممکن ہے۔ تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور برکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چونکہ یہ منصب رسالت ہے۔

للناس مانزل علیھم لتبین۔یہ منصب رسالت ہے کہ لوگوں کو وہ بات سمجھائے اللہ کی طرف سے ان پر کیا نازل ہوا ہے۔ قرآن کا مفہوم کیا ہے قرآن کا مقصد اور اس کا ترجمہ اور اس کا معنی کیا ہے۔ یہ تبیین نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ ہے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی لفظ بھی آپ کی برکات سے خالی نہیں ہے۔ ایک خاص قسم کا نور ہوتا ہے ہر اس لفظ میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ادا ہوا ہے۔

تو کامل حفاظت کا جو تصور ہے وہ یہ ہو گا کہ اللہ کی کتاب بعینہ انہی الفاظ میں موجود ہو جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئے اس ترجمے کے ساتھ موجود ہو جو اللہ کے رسول نے اس کے ساتھ سمجھایا اور ان برکات کے ساتھ موجود ہو جو صحبت نبوی میں تلاوت قرآن کے ساتھ تقسیم ہوتی تھیں۔ خواہ اس کے حامل روئے زمین پر چند افراد ہوں لیکن اس کا وجود اس شہادت الٰہیہ کو پورا کرتا رہے گا کہ قرآن حکیم اپنی جملہ خوبیوں اپنی جملہ برکات اپنے جملہ محاسن کے ساتھ اللہ جل جلالہ کی حفاظت میں موجود رہیں گے۔ اور اگر انسانوں سے یہ خوبیاں اٹھائی

جائیں اور کتاب حکیم کی برکات محض عند اللہ یا لوح محفوظ تک محدود ہو جائے تو وہ مفہوم ادا نہیں ہوتا اس آیت کریمہ کا تو اس سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ ان برکات کے حامل اور قرآنی مفاہیم کے حامل ہر دور میں اور ہر عہد میں رہے ہیں اور بڑے بڑے عظیم الشان اور جلیل القدر ایسے ایسے لوگ کہ جن کے روشن چہرے آنکھوں کو خیرہ کر دیں۔

لیکن یہ اللہ کی مرضی کہ وہ طریق جو عہد نبوی میں عہد صحابہ میں' عہد تابعین میں خیر القرون میں رہا کہ جو مجلس میں پہنچا اسے ولایت خاصہ نصیب ہوئی پوری تاریخ تصوف میں یہ نعمت پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو نصیب فرمائی۔ بڑا بڑا کام کیا اہل اللہ نے دنیا میں تاریخ کے دھارے بدل دیے۔ اہل اللہ نے حکومتوں کی حدود تبدیل کر دیں لوگوں کے مزاج بدل دیے بڑا بڑا کام کیا لیکن پوری تاریخ تصوف میں ہر ولی اللہ کے ساتھ اکثر لوگ ظاہری اصلاح تک رہے اور گنتی کے چند افراد کمالات باطنی اور برکات نبوت کو حاصل کرنے والے بن گئے۔ یہ پوری تاریخ تصوف میں یہ تسلسل نظر آتا ہے تابعین کے مبارک زمانے کے بعد لیکن چودہ صدیوں کے طویل فاصلے کے بعد ایک عادت ہے زمانے اور زمانے والوں کی دنیا اور دنیا داروں کی کہ جب کوئی عظیم ہستی اس دنیا سے اپنا کام ختم کر کے اللہ کے جوار رحمت میں چلی جاتی ہے تو پھر یہ آہستہ آہستہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو جب پچاس ساٹھ سال سو سال گزر جائے تو پھر اتنا شور ہوتا ہے۔ اتنے زور کی نعرہ بازی ہوتی ہے اور اتنے لوگ اس کی تاریخ اور اس کے حالات اور اس کے واقعات لکھتے ہیں پھر عرس ہوتے ہیں۔ پھر جلسے ہوتے ہیں اور پھر پتہ نہیں کیا کچھ ہوتا ہے اور بے پناہ شہرت کی بلندی پہ لے جاتے ہیں اس ہستی کو۔ مگر جب وہ دنیا میں موجود ہوتی ہے تو ہم عصر عموماً" تنقید کرتے رہتے ہیں۔ انہیں فائدہ حاصل کرنا نصیب نہیں ہوتا اور یہ بات بھی پوری تاریخ تصوف میں موجود ہے کہ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے اور پرانے دوستوں کو یاد ہو گا وہ فرماتے تھے ہم پر تو اللہ کی رحمت ہے کہ ہمیں خدا نے یہ قوت دی ہے کہ ہم ڈنڈے کے زور پہ اپنی بات منوا رہے ہیں اور پوری ہمت اور قوت کے ساتھ یہاں موجود ہیں اور دعوت دیتے ہیں کہ جو ہمارا رد کرنا چاہتا ہے یا اعتراض کرنا چاہتا ہے اگر تو وہ ملاحظہ کرنا چاہتا ہے تو ہمارے ساتھ آکر دلائل سے بات کرے ورنہ اچھا طریقہ یہ ہے کہ ہمارے پاس آکر بیٹھ جائے ہمارے عمل کو دیکھے اور جہاں خلاف سنت پائے وہاں ہم پر گرفت کرے یہ بارہا حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جتنے بھی نامور صوفی ہوئے ہیں جن کے نام کے آج لوگ وظیفے پڑھتے ہیں وہ دنیا میں تھے تو انہیں شہروں سے نکال دیا گیا تھا اور ان کے لئے ان کی زندگی دوبھر کر دی گئی تھی۔ حکمرانوں اور بادشاہوں سے شکائتیں کر کر کے انہیں شہر بدر کرا دیا گیا تھا اور ان کے ملنے پر پابندیاں لگا دی گئی تھیں ان کی بات سننے نہیں دی جاتی تھی۔

تو فرماتے تھے کہ ہم پر تو اللہ کا احسان ہے کہ کوئی ہمارے ساتھ تو ایسا نہیں کر سکا۔ تو پوری تاریخ تصوف میں بھی یہ ملتا ہے کہ ہم عصر کم ہی مستفید ہوئے ہیں اب اگر ہم کم زیادہ کا خیال نہ کریں تو یہ بات کہ جو بھی محفل میں آئے وہ ولایت خاصہ سے تھوڑا یا بہت اپنی حیثیت کے مطابق کوئی نہ کوئی حصہ ضرور پا لے ولایت عامہ سے بلند ہو کر۔ یہ منصب جلیلہ اور یہ عظیم ترین کام ہے آپ کو خیر القرون کے بعد حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں آپ کو نظر آئے گا اس کے درمیان چودہ صدیوں میں تاریخ تصوف میں یہ شان نظر نہیں

آتی۔

یہ اور بات ہے کہ چودہ صدیاں کس طرح مزین ہیں اہل اللہ سے جس طرح آسمانوں کا سینہ ستاروں سے مزین ہے اور زمین کا رواں رواں اور چپہ چپہ اللہ کے بندوں سے بھرا ہوا ہے کسی طرف آپ جائیں۔ کسی طرف نگاہ کریں جب چودہ سو سالوں میں مسلمانوں میں اتنے اتنے عظیم انسان اتنے اتنے جلیل القدر انسان ہوئے ہیں کہ جن کی عظمتوں کی انتہا کوئی سمجھ میں نہیں آتی لیکن اس سب کے باوجود یہ نعمت صرف حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حصہ میں ہے۔

اور اس کے ساتھ ایک عجیب بات صوفیاء کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ تعمیری پہلو اور مثبت پہلو پر تو سارا زور لگاتے تھے تنقیدی پہلو کی طرف کم ہی توجہ فرماتے تھے یہ بھی ایک قدرے مشترک رہا ہے صوفیاء میں۔ کہ عموماً ان کی نگاہ ناقدانہ نہیں ہوا کرتی کہ وہ تنقید پسند نہیں کرتے تھے۔ احقاق حق تو ان کا مشن ہوتا تھا۔ ابطال باطل کی طرف کم ہی توجہ فرماتے۔

ایک دفعہ ہم نوشہرہ میں حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں موجود تھے اور یہ پہلی ملاقات تھی۔ قاری سمیع الحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں کی حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ۔ ملاقات کے لئے وہاں تشریف لے گئے تو حضرت کی عادت مبارک تھی فرقہ باطلہ کو ساری عمر آپ نے چیلنج کیا اور میدان مناظرہ میں ہمیشہ فاتح اور کامیاب رہے۔ آپ کے مطالعہ کا اور آپ کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ بعض اوقات ایک گھنٹے سوا گھنٹے کی محفل میں ستر پچھتر اسی کتابوں کے حوالے ارشاد فرما دیا کرتے تھے۔ زبانی بات چیت میں ساتھ جب علماء بیٹھے بات چلتی تو کسی بھی موضوع پر بلاتکان اس طرح حضرت ارشاد فرماتے چلے جاتے کہ گھنٹے سوا گھنٹے کی محفل میں ستر اسی پچھتر کتابوں کا حوالہ آ جاتا اور ایسے ایسے نام آتے کتابوں کے کہ بڑے بڑے فاضل لوگ وہ نام پہلی بار سنا کرتے تھے۔ تو حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ تقریر ہو' بیان ہو' مجلس ہو' احقاق حق کے ساتھ ابطال باطل بھی پورے زور سے فرمایا کرتے تھے حالانکہ صوفی اس بات کو پسند نہیں کیا کرتے وہ کہتے ہیں جو بھی آئے احقاق حق کرتے رہو۔ اسے مت چھیڑو اس کے مزاج کے خلاف بات مت کرو۔ رفتہ رفتہ درست ہو جائے گا۔ ان کا یہ طریقہ کامیاب بھی رہتا ہے۔

لیکن حضرت کا مزاج گرامی ایسا تھا کوئی پسند کرے نہ کرے' کوئی پاس بیٹھنا چاہے نہ بیٹھے کوئی راضی ہو یا ناراض ہو۔ بلاتکان فرقہ باطلہ کی تردید کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کوئٹہ میں بیٹھے تھے تو ساتھی ایک افسر کو ساتھ لے آئے تو ان کا پیر جو تھا اس سے حضرت جی بھی واقف تھے میں بھی واقف تھا اور وہ بے چارا بڑا جاہل نالائق اور بہت بدعتی تھا۔ بعض اوقات اپنے کو سجدے کرایا کرتا تھا اور بہت ہی اس طرح کا آدمی تھا۔ وہ مریدوں میں فوٹو بانٹ دیا کرتا تھا اور وہ فوٹو کو بوسے دیتے رہتے تھے تو وہاں وہ ایک افسر کو ساتھ لے آئے اور غلطی یہ کی انہوں نے کہ تعارف کرا دیا کہ یہ جناب کرنل صاحب ہیں حضرت جی اور فلاں شخص کے مرید ہیں۔ حضرت نے فرمایا العیاذ اللہ وہ موذی تو بے دین ہے وہ تو بڑا بے دین ہے' بڑا ظالم ہے' بڑا بدعتی ہے۔ اس میں تو یہ نقص ہے۔ یہ نقص ہے۔ میں نے کہا اور تعارف کرالو۔ تو آپ نے پورے بھرپور طریقے سے اس کا نقشہ کھینچ دیا کہ وہ تو ایسا ایسا آدمی ہے تم اس سے کیا لیتے ہو۔

صوفیوں کا یہ رویہ بھی بہت کم نظر آتا ہے۔

حضرت جی تشریف رکھتے تھے تو کچھ قادیانیت کے بارے گفتگو چلی۔ حضرت نے بڑی مدلل اس پر بحث

فرمائی اور رد فرمایا قادیانی کا پھر روافض کے بارے بات چلی پھر بدعات اور رسومات حاضرہ کے بارے چلی تو وہ قاری سمیع الحق صاحب جب اجازت لے کر گئے تو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ جو ساتھی ہمارے حافظ عبدالرحمان صدیقی صاحب۔ نوشہرہ والے رخصت کرنے کے لئے گئے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ قاری صاحب کہہ رہے تھے کہ زندگی میں پہلی دفعہ کسی پیر سے اس قدر مدلل رد سنا ہے فرق باطلہ کا ورنہ پیر رد نہیں کیا کرتے۔ صوفیوں کا طریقہ اور پیروں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جو بھی آئے بیٹھا رہے۔ اسے کوئی بات اچھی بتا دو وہ تنقید نہیں کیا کرتے فرقہ باطلہ کو چیلنج کرنے کے لئے بہت وسیع مطالعہ نہ صرف اپنے عقائد اپنے مسلک سے واقف ہونا ضروری ہے بلکہ جس کا رد آپ کرنا چاہتے ہیں اس کے مذہب اور اس کے مذہب کی کمزوریوں سے کماحقہ واقفیت ضروری ہوتی ہے اور اس کے لئے بہت وسیع مطالعہ اور بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے اگر آپ مقابل کے عقائد و نظریات اور اس کے مذہب کی تاریخ اور اس کے مذہب کی خامیاں جانتے نہیں ہیں تو آپ اس کا رد نہیں کر سکتے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے رب جلیل نے یہ دو کام بیک وقت لئے اور بڑے عجیب کام ہیں کہ مناظر بھی ہو اور صوفی بھی ہو یہ بڑی عجیب بات ہے اور پھر پوری زندگی اس تمام کام کو حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس جذبے کے تحت کیا کہ یہ کام مجھے اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے لئے کرنا ہے۔ اس ضمن میں میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سنا دوں پھر اجازت چاہوں گا۔

ایک دفعہ بلکسر میں شیعہ حضرات نے اپنے زمانے کے نامور عالم کو دعوت دی اہل سنت کا بھی جلسہ تھا مقابلے میں انہوں نے جس عالم کو بلایا تھا وہ بہت اچھے مقرر تھے۔ خوش آواز اور بڑے برمحل اور برجستہ اشعار پڑھا کرتے تھے اور بہت خوبصورت آواز میں پڑھا کرتے تھے اور بہت اچھی تقریر کرتے تھے لیکن عالم نہیں تھے مقرر تھے۔ ہماری طرح کے لوگ تھے ان کی سنی سنائی باتیں تھیں تو شیعہ نے جس آدمی کو دعوت دی وہ ملک کا مانا ہوا مناظر تھا شیعہ۔ تو اب اہل سنت کو جب پتہ چلا تو وہ بڑے پریشان ہوئے اور وہ راتوں رات حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور حضرت کو وہاں لے آئے میں صبح میں وہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ حضرت تو تشریف لے گئے ہیں بلکہ پھر میں بھی بس پر بیٹھا تو وہاں بلکسر ہم تین دن رہے۔ ایک بیٹھک میں انہوں نے چارپائی حضرت جی کے لئے لگا دی اور ہمارے لئے دریاں بچھا دیں۔ غریب سے آدمی تھے۔ اہل سنت کی طرف سے جو بلانے والے تھے مضبوط تھے' تکڑے تھے۔ لیکن مالی اعتبار سے غریب تھے۔ تو خیر بڑے پرزور جلسے ہوئے بیان ہوئے۔

تو جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ بات یہ ہے کہ جب ہم وہاں سے رخصت ہوئے غالباً" تین دن ہم وہاں رہے۔ مناظر صاحب بھاگ گئے بڑا معرکہ رہا بڑی بات

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے رب جلیل نے یہ دو کام بیک وقت لئے اور بڑے عجیب کام ہیں کہ مناظر بھی ہو اور صوفی بھی ہو یہ بڑی عجیب بات ہے اور پھر پوری زندگی اس تمام کام کو حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس جذبے کے تحت کیا کہ یہ کام مجھے اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے لئے کرنا ہے۔

رہی تو جب ہم وہاں سے رخصت ہوئے تو حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور میں دونوں تھے بسیں کم ہوا کرتی تھیں اور بسوں کا اڈا وہاں سے غالباً" اب بھی وہاں سے کچھ فاصلے پر ہے۔ اڈے پر وہ ہمیں سوار کرانے آئے پنجاب ٹرانسپورٹ کی بس تھی حضرت اس میں سوار ہو گئے میں جب سوار ہونے لگا تو انہوں نے مجھے بیس روپے دیے۔ میں نے سوچا کہ یار انہوں نے کیوں مذاق کیا یا تو دیتے ہی نہ اگر دیتے تو بیس روپے کی حیثیت ہی کیا ہے۔ دو تین ہزار روپیہ دے کر مناظر لائے ہیں اس کی انہوں نے خدمت کی ہے بیس روپے سے تو ہم کرایہ بھی پورا نہیں کر پائیں گے لیکن میں خاموش رہا حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وجہ سے بات نہیں کی بس میں بیٹھ گیا اور بس چل پڑی تو حضرت نے میرا چہرہ دیکھ کر بھانپ لیا فرمانے لگے کیوں خفا ہو کیا بات ہوئی میں نے کہا حضرت خفا کیا خاک ہونا ہے یہ دیکھیں دو دس دس کے نوٹ انہوں نے مجھے دیے مجھے یوں لگا کہ انہوں نے مجھے گالی دی ہے۔ فرمانے لگے تو بے وقوف ہے۔ ہم کوئی ان کا کام تھوڑا کر رہے تھے کام تو اللہ کا کر رہے تھے یہ تو ان کی مہربانی ہے۔ بیس روپے دے دیے کچھ تو تعاون ہو گیا ہمارا کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے گا جو کرایہ ہم نے بس کو دینا ہے جو اخراجات ہیں ان میں انہوں نے کچھ تو ہمارے ساتھ حصہ داری کر لی اگر وہ بیس بھی نہ دیں تو ہم ان کے باپ کا کام نہیں کر رہے ہیں۔ ہم کام اللہ کے لئے اللہ کے دین کے لئے اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کر رہے ہیں۔ ان سے ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے کہ ہمیں ایسا کھانا دو' رہائش دو یا اتنے پیسے دو یہ تو ان کی مہربانی ہے کہ انہوں نے ہمیں اطلاع دی رہنے کو جگہ دی۔ بیس روپے بھی دے رہے ہیں کتنے اچھے لوگ ہیں۔

یہ تھا انداز حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے کام کرنے کا اور آپ میں سے جن لوگوں کو حضرت جی کی مجلس اور صحبت نصیب ہوئی وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کس درد کے ساتھ اور کس جذبے کے ساتھ آخری دم تک آپ نے دیکھا بسا اوقات بیمار ہوں گے طبیعت خراب ہو گی کوئی مسئلہ چھیڑ دو کسی فرقہ باطلہ کا نام لے لو' کوئی علمی پہلو چھیڑ دو تو ساری اجتیاتیں ساری کمزوریاں' ساری بیماریاں کافور اور اٹھ کر بیٹھ جائیں گے اور مسلسل گھنٹوں تک اس پر بحث کرتے چلے جائیں گے اور زندگی کے ایک ایک ذرے کو حضرت نے اس پر قربان کر کے رکھ دیا یہ اللہ کا احسان تھا کہ اللہ کریم نے اتنا بڑا کام لیا یہ دو کام اتنے عجیب ہیں۔ ایک تو برکات نبوت کی تقسیم اور وہ اس انداز سے جس انداز سے کبھی بٹا کرتا تھی۔ اور دوسرا احقاق حق اور ابطال باطل وہ بھی اس انداز سے کہ جس کی نظیر تاریخ میں کم ہی ملتی ہے اور آج بھی ہم جو اللہ کی طلب دل میں لئے بیٹھے ہیں یہ کمال ہمارا نہیں ہے اس کے پیچھے حضرت جی رحمتہ اللہ عالیٰ علیہ کا درد دل ہی کارفرما ہے۔

اللہ کریم حاضر و غائب تمام احباب کو استقامت علی الدین نصیب فرمائے۔

دعائے مغفرت

قاضی ثنا اللہ صاحب لیٹی والے جو حضرت شیخ اکرم مولانا اللہ یار خان رح کے اولین شاگرد تھے۔ یکم رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ کو تقریباً 120 برس عمر پانے کے بعد رحلت فرما گئے۔ تمام احباب سے اُن کی مغفرت اور بلندی درجات کی درخواست ہے۔

گاہے گاہے باز خواں

اللہ دتہ تمیمی

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گرداغہائے سینہ را

یہ وہ شعر ہے جو حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ اکثر تقریر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے۔ یہ شعر جب بھی سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں تو آنکھوں کے سامنے حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ آ جاتا ہے۔ آپ کی پرنور محفلیں علمی باتیں نصیحت آموز گفتگو آپ کی محبتیں اور شفقتیں آنکھوں کو پرنم کرتی ہیں۔

آپ اکثر فرماتے تھے کہ اللہ کریم جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرنا چاہتا ہے اس کا تعلق اپنے نیک بندوں سے جوڑ دیتا ہے۔ آپ فرماتے کہ میرے اوپر اللہ کا احسان ہے کہ اس نے میرے ارد گرد نیک لوگوں کو جمع کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کریم کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے اور اس پر جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے ہمارا تعلق اپنے ایک نیک اور صالح بندے ولی کامل حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمتہ اللہ علیہ سے جوڑ دیا۔ جوکہ ہمارے عظیم شیخ مشفق و مہربان باپ اور استاد تھے۔ اس عظیم ہستی کی یاد سے ہمارے دلوں کو سکون اطمینان فرحت اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ اس عظیم ہستی کو ہم سے جدا ہوئے آج چودہ سال ہو رہے ہیں۔ آپ کی محنت مجاہدہ دین کی سربلندی اور غلبہ اسلام کی کوششیں آج ملک میں نفاذ اسلام کی خوشخبری دینے والی ہیں۔

جس طرح آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام جزیرہ نمائے عرب تک محدود تھا لیکن آپ کے بعد آپ کے عظیم صحابہ کرام نے اسے دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کا حق ادا کر دیا اور اسلام کو روکنے والی ہر طاقت اور قوت ان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی۔

اسی طرح حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق خدا کو خالق سے آشنا کرنے مسلمانوں کے دلوں کو اللہ کی یاد سے آباد کرنے کی جو محنت اور کوشش شروع کی تھی آپ کی حیات مبارکہ میں وہ پاکستان کے اندر تک پھیل چکی تھی آپ کی زندگی کے آخری سالوں میں یہ دعوت چند بیرونی ممالک تک بھی پہنچ چکی تھی۔ حضرت جی رحمتہ اللہ اپنی زندگی میں حج اور عمرہ کے سوا ملک سے باہر نہیں گئے۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین صوفی کامل حامل مزاج فاروقی حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے اسے دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ جاپان سے لے کر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور افریقہ کے جنوبی حصوں تک خود جا کر مخلوق خدا کو خالق سے آشنا کروایا۔ بلکہ جاپان میں تو آپ نے کچھ لوگوں کو صرف اللہ کا نام زبان سے کہلوانے پر گھنٹوں محنت کی لیکن اس کے دل کو "اللہ" سکھانے میں چند لمحے لگے اور اسے خدا آشنا کردیا اور دل نے اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی میں ہر ساتھی پر نہایت محبت شفقت اور خصوصی توجہ سے محنت کی۔ تربیت کی اور فرش نشینوں کو عرش نشین کر دیا استاد شیخ یا مرشد کا عکس اسکے شاگردوں میں صاف نظر آیا کرتا ہے۔ ہم نے ان گنہگار آنکھوں سے بہت سے آدمیوں کی

زندگی کو اس عظیم ہستی کے قدموں میں آنے کے بعد بدلتے دیکھا ہے آپ فرماتے تھے میں نے ان لوگوں کو بڑی محنت سے سیدھا کیا ہے۔ ان کو کلبوں سینما گھروں اور شراب خانوں سے نکال کر منارہ سکول کے ٹاٹوں پر بٹھایا ہے نرم نرم بستروں اور گدوں پر سونے والوں کو منارہ سکول کی پتھریلی زمین پر سلایا ہے ایک ایک وقت میں دستر خوان پر کئی کئی کھانے کھانے والوں کو لنگر کی چھوٹی سی دو روٹیوں اور دال کی ایک پیالی پر قناعت کرنا سکھایا ہے۔ رشوت خوروں سے، نہ صرف یہ کہ رشوت چھڑوائی ہے بلکہ لی ہوئی رشوت، کی رقم تک واپس کرائی ہے۔ جب حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت کے ساتھ دو وقت ذکر الٰہی کی پابندی نصیب ہوئی تو یہ لوگ نمازی پرہیزگار تہجد گزار' رزق حلال کمانے والے' سچ بولنے والے اور معاملات، کی صفائی رکھنے والے بن گئے ہیں۔ ان میں سے بعض کا مجاہدہ ان کی عبادت و ریاضت تقویٰ اور پرہیزگاری کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ بعض احباب کے کشف و کرامات متقدمین صوفیاء کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔

آپ کا ذاتی مجاہدہ اور پرہیزگاری بے مثال ہے۔ آپ نے زندگی بھر بے نماز عورتوں کے ہاتھوں کی پکی ہوئی روٹی نہیں کھائی بلکہ اکثر و بیشتر بازار سے لائی ہوئی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ ایک دفعہ کسی اجتماع کے موقع پر روٹی بے نماز ہاتھوں کی پکائی ہوئی تھی اور اس رات آپ نے فاقہ کیا صبح کو معلوم ہوا کہ رات آپنے روٹی نہیں کھائی ہے اور صبح اپنی جماعت کے ساتھیوں نے اپنے ہاتھوں سے روٹی پکا کر کھلائی تھی۔

ایک دفعہ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ کسی گاؤں سے پیدل گزر رہے تھے اور رات آگئی تو وہاں مسجد میں ٹھہر گئے گاؤں والے روٹی لے کر آئے لیکن آپ نے روٹی واپس کر دی تھی کہ میں بے نماز ہاتھوں کی پکی ہوئی روٹی نہیں کھاتا آپ نے تو رات دودھ پی کر بسر کر لی لیکن آپ اس علاقے کی تمام عورتوں کے نمازی بننے کا سبب بن گئے کیونکہ اس کے بعد وہاں کی تمام عورتوں نے نماز کی پابندی اختیار کر لی تھی۔ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے دورہ حدیث اور ظاہری دینی علم کی تکمیل کے بعد تصوف میں ۲۴ سال محنت کے بعد کمال حاصل کیا اور اس کی تکمیل آپ نے لنگر مخدوم کے مضافات میں واقع حضرت اللہ دین مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے مولانا عبدالرحیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وساطت سے کی تھی۔

اس میں سے غالباً" ۱۶ سال آپ نے صرف لطائف پر محنت کی۔ فجر کی نماز درس اور ناشتہ کے بعد سے ظہر تک لطائف کھانا آرام اور پھر لطائف مغرب کے بعد لطائف اور تہجد کے بعد لطائف۔ اسی لئے حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر فرماتے تھے لطائف بنیاد ہیں۔ ان پر خوب محنت کیا کریں۔ لطائف جس قدر مضبوط ہوں گے اسی قدر روح میں طاقت آئے گی اس میں لطافت آئے گی۔ معرفت باری اور قرب الٰہی حاصل کرنے کی قابلیت اور استعداد پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

موجودہ شیخ المکرم مدظلہ العالیٰ نے اسی لئے ارشاد السالکین حصہ اول میں لطائف کرنے کا طریقہ اور سلیقہ بھی پوری تفصیل سے بچھایا ہے تاکہ لطائف مضبوط ہوں تو سالک پر شیطان حملہ کرنے سے بھی ڈرتا ہے۔ لطائف کمزور ہوں تو پھر شکوک و شبہات بھی پیدا ہوتے ہیں وساوس بھی گھیر لیتے ہیں۔ اس لئے لطائف مسلسل طاقت اور قوت سے کئے جائیں اور ان پر زیادہ وقت دیا جائے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رزق حلال کمانے اور طیب اور پاک کھانے پر زور دیا کرتے تھے۔ اگر رزق

حلال ہو' پاک اورطیب ہاتھوں کا پکایا ہواہو تو لطائف انوارات و تجلیات باری تعالیٰ کو خوب اخذ کرتے ہیں۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ چکوال کے نزدیک ایک جگہ موضع کوڑ چشتم میں کچھ عرصہ تعلیم و تدریس کے سلسلے میں ٹھہرے رہے۔ بعد میں جب آپ کو اللہ کریم نے معرفت باری کی دولت عطا فرمائی اور اسے آگے تقسیم کرنے کی ذمہ داری بھی لگائی تو آپ پھر وہاں موہڑہ کور چشم میں تشریف لے گئے اس وقت جو چند ساتھی ذکر کرتے تھے وہ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ رات جب عشاء کی نماز ہوئی آپ نے قرات شروع کی تو احباب کی رونے سے چیخیں نکل گئیں۔ وہاں پر آپ کے پرانے دوست تھے جو کہ عالم دین بھی تھے اور گاؤں میں دکانداری کر کے رزق کماتے تھے۔ انہوں نے قدرے اعتراض کیاکہ آپ لوگوں نے ہماری نمازیں خراب کر دی ہیں۔ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے بھی سلسلہ عالیہ کی دعوت دی اس نے قبول کر لی اور سحری کے ذکر میں ساتھ بٹھایا۔ جب آپ نے توجہ دی تو وہ عالم دین تڑپنے لگا اور کبھی ادھر کبھی ادھر ٹکریں لگاتا۔ بعد میں احباب نے اسے کہا کہ رات کو ہم پر اعتراض کرتا تھا اور ابھی آپ نے ہم سب کا ذکر خراب کیا ہے۔ وہ شخص بڑے حسرت اور درد سے، حضرت جی رحمتہ اللہ سے، عرض کرنے لگا کہ آپ میرے، بچپن کے دوست تھے اور آپ نے آج تک اپنے آپ کو مجھ سے چھپائے رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس یہ دولت نہ تھی اب ہے۔ محنت کرو اور حاصل کرو۔ اس نے محنت کی اور خوب مجاہدہ کیا۔

آپ نے فرمایا کہ وہ کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا اور میں نے اس کی قبر پر نگاہ کی تو دس میل کے رقبہ پر پھیلی ہوئی تھی میں نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے تو اس نے عرض کیا کہ اللہ کریم نے آپ کی نسبت سے بہت کرم کیا ہے۔ لیکن گاؤں میں جو میری دکان تھی اس پر گاؤں کی عورتیں گندم یا کوئی دوسری جنس لے کر آتی تھیں تو ترازو میں ڈالتے وقت کچھ دانے پلڑے سے نیچے گر جاتے تھے۔ میں جب جھاڑو دیتا تو ان دانوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیتا۔ یہ دانے میرے نہ تھے یہ دوسروں کا مال تھا۔ ان کا حساب دینا مشکل ہو رہا ہے۔ یہ دانے مجھے نہیں چھوڑتے۔

یہ واقعہ بیان کر کے آپ اکثر فرماتے کہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا خاص خیال رکھیں کیونکہ جب تک جس کا حق ہے وہ معاف نہیں کرے گا اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔

آپ خاتمہ باالایمان کی دعا کے لئے اکثر ساتھیوں سے کہتے' مشائخ برزخ سے بھی عرض کرتے اور اکثر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور فرماتے کہ وہ بڑی بے پرواہ ذات ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ فرماتے کہ یہ جو دولت اللہ نے مجھے عطا کی ہے۔ برزخ میں ساتھ لے کر گیا تو آپ کو مجھ سے برزخ میں اس سے بھی زیادہ فائدہ ہو گا۔

آپ قرآن پاک بڑی محبت اور سوز سے پڑھاکرتے تھے۔ پرندے بھی آپ کا قرآن پاک سننے کے لئے فضا میں رک جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پنڈی گھیپ کے علاقہ میں کسی جگہ تشریف فرما تھے اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے جا رہے تھے راستے میں سکھوں کاکوئی پروگرام تھا وہ **بھنگڑا** ڈال رہے تھے اور خوب شور مچا رہے تھے۔ آپ جب نماز پڑھانے کے لئے مصلی پر کھڑے ہوئے تو دل میں کہا کہ آج قرآن پاک کا معجزہ دیکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جیسے ہی اللہ اکبر کیا پورے ماحول پر سناٹا چھا گیا۔ آپ نے پہلی رکعت میں

پوری سورۃ بقرہ کی قرات کی اور دوسری رکعت میں سورۃ النباء کی قرات کی۔ تمام سکھ اپنا شور و غوغا چھوڑ چھاڑ کر مسجد کے باہر صحن میں اکٹھے ہو کر قرآن پاک سنتے رہے۔ آج بھی حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی کیسٹ میں قرات سن کر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

اللہ کریم ہمیں اس عظیم ہستی کے ساتھ روحانی نسبت ابدالاباد تک کے لئے عطا فرمائے آمین۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب لنگر مخدوم اپنے مشائخ سے فارغ التحصیل ہوئے خلافت بھی ملی تو آپ بقدرے تنہائی سے رغبت ہونے لگی اور دنیا سے کنارہ کش ہونے لگے۔ اسی دوران آپ ایک دفعہ مراقبہ مسجد نبوی میں دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ "اسلام" کی اس عمارت کی بنیاد میں میرے صحابہ کی ہڈیاں ہیں۔ اس کی تعمیر میں اینٹ اور گارے کی جگہ میرے صحابہ کا خون اور گوشت لگا ہوا ہے۔ آج اس عمارت کو گرانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اگر کوئی عالم دین اس کی مدافعت کر سکتا ہے اور وہ نہیں کر رہا تو قیامت کے دن جواب دینے کے لئے تیار رہے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے کہ میں نے سمجھا کہ آپ نے یہ مجھے حکم دیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد پھر آپ آرام سے نہیں بیٹھے اور زندگی کا ہر لمحہ احقاق حق کے لئے اور باطل فرقوں کی تردید میں اور صحابہ کرام کی عظمت بیان کرنے میں گزارا۔ آپ نے اس بارے میں بڑی مستند کتابیں بھی تحریر فرمائیں جو کہ بعد میں آنے والے علماء کے لئے ایک علمی خزانہ ہے۔ تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین ایمان بالقرآن اور الدین الخالص بڑی مشہور کتابیں ہیں جبکہ چند چھوٹی کتابیں داماد علیؓ شکست اعدائے حسین ایجاد مذہب شیعہ حرمت ماتم اور الجمال والکمال جو کہ باطل فرقوں کو بے نقاب کرنے میں محققانہ تصنیفات ہیں۔ تصوف کے بارے میں دلائل السلوک تو آپ کی ایک جیتی جاگتی کرامت ہے۔ جس کو پڑھ کر بہت سے لوگوں کی زندگیوں میں ایک مثبت تبدیلی آئی ہے۔ جبکہ منکرین تصوف کے لئے یہ دلائل سے بھری پڑی ہے۔

سماع موتی کے بارے میں بھی حیات النبی سماع موتی سیف اویسیہ برعقائد نامرفہ جیسی کتب میں حق کو دلائل کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔

آپ نے تحریر و تقریر سے اسلام کی سربلندی کے لئے عملی میدان میں کام کرنے کے علاوہ انفرادی طور پر اصلاح و تربیت کا کام جاری فرمایا۔ عام جلسوں میں آپ مولوی حضرات سے علیحدہ ہی رہتے۔ آپ کا تجربہ تھا کہ یہ لوگ عملی زندگی میں اسلام سے دور ہیں۔ جبکہ آپ شریعت مطہرہ پر سختی سے عمل کرنے والے تھے۔ بلکہ آپ اکثر فرماتے کہ میرا کوئی بھی عمل شریعت مطہرہ کے خلاف نہیں ہے۔

آپ فرماتے کہ جلسوں میں مناظروں میں باوجود اس کے کہ وہاں پر دین بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن لوگوں کی اس سے اصلاح نہیں ہوتی ہے۔ اب جبکہ فردا" فردا" لوگوں پر محنت کی ہے ان کو ذکر الٰہی کرنا سکھایا ہے۔ ان کے ... کا تعلق اللہ سے جوڑا ہے تو اب بحمد اللہ ایک نیک لوگوں کی جماعت بن گئی ہے۔ جو کہ نمازی تہجد گزار حلال و حرام میں تمیز کرنے والے بن گئے ہیں۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں کنکریاں اکٹھی کر رہا ہوں ان میں سے کوئی ہیرا نکلتا ہے ولی موتی نکل آتا ہے۔ کہیں سے جواہر نمودار ہوتے ہیں جو کنکریاں رہ جاتی ہیں وہ بھی کسی بڑی تعمیر ہونے والی عمارت کی بنیاد میں کام آتی ہیں۔ گویا جو بھی ذکر الٰہی کی

مجالس میں آپ کی نسبت سے شامل ہو جاتا ہے وہ محروم نہیں رہتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اگر اللہ مجھ سے پوچھے کہ کون سا عمل کیا ہے تو میں قاضی صاحب کو پیش کروں گا اور مجھے اللہ کریم سے امید ہے کہ یہ ہی میری نجات کے لئے کافی ہو گا۔ اگر پوری جماعت کا تقویٰ اور پرہیزگاری اکٹھا کیا جائے اور دوسری طرف قاضی صاحب ہوں تو قاضی صاحب کا تقویٰ اور پرہیزگاری کا پلڑا بھاری ہو گا۔ قاضی ثناء اللہ صاحب لیٹی والے آپ کے سب سے پہلے شاگرد ہیں۔ انہوں نے حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تھا جس وقت کہ قاضی صاحب کے تمام بال سفید تھے اور آپ کے تمام بال سیاہ تھے کہ مجھے میرے شیخ نے دو یا تین لطائف کرائے تھے کوئی اللہ کا بندہ ایسا بتائیں جو آگے بھی سبق دے دیتا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بندہ میں ہی بن جاؤں تو قاضی صاحب نے کہا کہ آپ کے قدم پکڑ لوں گا۔ چنانچہ اس دن سے وہ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ قلبی تعلق رکھتے ہیں ماشاء اللہ ابھی تک زندہ ہے عمر ۱۵۰ سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ خود چل پھر کر وضو کرتے ہیں۔ مسجد کے اندر ہی ڈیرہ لگایا ہوا ہے اور سارا دن رات نوافل اور ذکر اذکار میں گذارتے ہیں۔ اس دفعہ مرشد آباد کی حاضری سے واپسی پر ان کی زیارت بھی کر کے آئے۔ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں ۳۰۰ نفل روزانہ پڑھنے کا معمول تھا۔

قاضی صاحب کی طرح جناب ناظم اعلیٰ کرنل مطلوب حسین صاحب کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا کہ اگر پوری جماعت کے کمالات کو اکٹھا کیا جائے اور دوسری طرف کرنل صاحب کے کمالات ہوں تو کرنل صاحب کے کمالات کا پلڑا بھاری ہو گا۔ میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ کرنل مطلوب حسین صاحب کا حکم مانا کریں ان کا حکم میرا حکم ہے۔

جناب ناظم اعلیٰ صاحب نے پوری جماعت کو نظم و ضبط کا پابند بنا دیا ہے اور پوری دنیا میں سلسلہ عالیہ کو منظم کرنے کا عظیم کام آپ نے سرانجام دیا ہے۔

موجودہ شیخ المکرم مدظلہ العالی کے بارے میں آپ اکثر فرماتے کہ حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی بہت ذہین ہیں۔ میں ان کو صبح ایک کتاب کا سبق پڑھاتا اور یہ شام کو پوری کتاب کا خلاصہ مجھے سنا دیتے میں نے تو چند گنتی کی کتابیں ان کو پڑھائی ہیں۔ اس سے آگے سب ان کی اپنی محنت ہے۔ پہلی دفعہ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے بیت اللہ شریف میں دعا کی تھی کہ یا اللہ تو نے جماعت کے ہر ساتھی کو کوئی نہ کوئی کمال دیا ہے مجھے بھی اس میں سے حصہ عطا فرما۔ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کریم نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو وہ انعام و کمال عطا فرمایا جو چودہ صدیوں میں پہلے کسی کو عطا نہیں ہوا۔ اور وہ ہے فہم قرآن اور یقیناً" یہ مبالغہ آرائی نہ ہو گی اگر میں یہ بھی ساتھ شامل کردوں کہ فہم قرآن عمل باالقرآن اور حفاظت قرآن۔ یہ سب کمالات اللہ کریم نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔ ملک میں نفاذ اسلام کی جدوجہد عمل بالقرآن حفاظت قرآن ہی کی جدوجہد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پوری جماعت مجھ سے علیحدہ ہو جائے تو (حضرت مولانا محمد اکرم (مدظلہ العالی) مجھے نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ یہ سفر حضر میں' خلوت و جلوت میں میرے ساتھ رہا ہے۔ باقی جماعت میں سب سے زیادہ یہ مجھے جانتا ہے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ہر ساتھی پر توجہ اور شفقت فرماتے اور ہر ساتھی اپنے حسب استعداد اپنی اپنی جھولیاں بھر کر واپس جاتا۔ آپ کی ہر مجلس میں علمی گفتگو

ہوتی۔ صاحب کشف ساتھیوں کی تربیت کے لئے ان پر خصوصی توجہ دیتے۔ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں سد یاجوج ماجوج کا سوال ہوا۔ تو آپ نے وہاں موجود صاحب کشف احباب سے فرمایا کہ میرے قلب کے انوارات کے ساتھ ساتھ چلو اور دیکھو کہ میں سد یاجوج پر کھڑا ہوں۔ پھر احباب نے بیان کرنا شروع کیا کہ دونوں طرف بلند و بالا پہاڑ ہیں اور عقب میں کالے پانی والا سمندر ہے اور درمیان وادی میں بیڑوں مکوڑوں کی طرح مخلوق موجود ہے چھوٹے قد کالے رنگ آپ نے احباب کو مشاہدہ کرایا کہ دیکھیں وہ دیوار کو کیسے چاٹ رہے ہیں یہ عمل سارا دن جاری رہتا ہے اور دیوار پھر اپنی اصلی حالت میں آ جاتی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر کسی نے سوال کیا کہ قرآن پاک میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی تجلی ظاہر ہوئی تو آپ بے ہوش ہو گئے لیکن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تو آپ زندہ کیسے بچ گئے۔ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ابھی دیکھ کر بتاتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام جس پہاڑ پر کھڑے تھے اس سے آگے دوسرا پہاڑ تھا درمیان میں وادی تھی۔ تجلی دوسرے پہاڑ پر گری تھی جو ریزہ ریزہ ہو گیا تھا اور آپ بے ہوش ہو گئے تھے۔

ایک دفعہ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کراچی تشریف لے گئے تھے اور آپ کا قیام نیوی کوارٹرز میں گول مسجد کے قریب ہی تھا۔ تو کچھ نئے ساتھی گول مسجد کے خطیب صاحب جو کہ ایک مستند عالم دین تھے کو آپ کی خدمت میں لے آئے کہ آپ بھی کچھ ہمارے شیخ سے علمی گفتگو کریں۔ یہ عالم دین صرف ۱۵ منٹ کا وقت لے کر آئے تھے اور جب آپ سے علمی گفتگو شروع ہوئی تو ڈیڑھ یا دو گھنٹے تک بیٹھے رہے اور جاتے وقت کہنے لگے کہ آپ کے شیخ علم کا سمندر ہیں۔

کراچی کے ایک مفتی صاحب سے کسی نے روحانی بیعت کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے دعا کی کہ اللہ مجھے ان بزرگوں سے ملا۔ چنانچہ انہوں نے دلائل السلوک پڑھی آپ کی طرف خط لکھااور کراچی کے دورے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ علمی سوال پوچھے۔ اور جب تسلی ہو گئی تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کچھ عرصہ کے بعد اللہ کریم نے اسے فنا فی الرسول کی نعمت عظمیٰ بھی عطا کی۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ نسبت سے جس قدر آسانی اور سہولت کے ساتھ مقامات سلوک اور فنا فی الرسول ساتھیوں کو مل رہے تھے حالانکہ پہلے صوفیاء نے ان مقامات سلوک کے لئے عمریں صرف کر دیں اور محدود سے چند لوگ فنا فی الرسول تک اور قلیل لوگ منازل بالا تک پہنچ سکے۔ آپ اکثر فرماتے کہ ان کی لاج رکھیں۔ خصوصاً جب روحانی بیعت کرواتے تو بیعت ہونے والے ساتھیوں سے فرماتے کہ آئندہ اس کے بعد اگر گناہ کریں گے تو آپ کو دگنا عذاب ملے گا کیونکہ ابھی ایک عام مسلمان کی نسبت آپ کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے اس سلسلے میں آپ اکثر اورنگ زیب عالمگیر کا واقعہ سناتے کہ اس کے دربار میں ایک بہروپیا مختلف بہروپ لے کر آتا لیکن اورنگزیب عالمگیر اسے پہچان جاتا۔ ایک دفعہ اس نے کہا کہ اب میں ایک ایسے بہروپ میں آؤں گا کہ آپ مجھے پہچان نہیں سکیں گے تو بادشاہ نے کہا کہ اگر مجھے آپ دھوکہ دے جائیں تو میں آپ کو ایک ہزار اشرفی انعام دوں گا۔ چھ ماہ بعد بادشاہ کا دکن کا دورہ تھا۔ یہ بہروپیا چھ ماہ قبل دکن کے قریب کسی جگہ بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے لگا۔ لوگ اس کے پاس آنے لگے وہ کسی سے کوئی چیز نہ لیتا جس کی وجہ سے اس کی بڑی مشہوری ہو گئی۔ جب بادشاہ دکن میں آیا تو اس کی مشہوری سن کر وہ بھی

اس بہروپیے کی خدمت میں حاضر ہوا اور جاتے وقت دو ہزار اشرفی نذرانہ کے طور پر دی جو کہ اس نے واپس کر دی بعد میں جب اورنگزیب اپنے دربار میں پہنچا تو وہ بہروپیا بھی آیا اور کہا کہ بادشاہ سلامت میرا انعام مجھے دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ انعام تو میں تجھے دیتا ہوں لیکن ایک بات بتاؤ کہ جب میں نے تم کو دو ہزار اشرفی دی تھی وہ تم نے واپس کر دی اور ایک ہزار لینے کے لئے آ گئے ہو۔ تو اس نے کہا کہ اس وقت میں نے جن لوگوں کا بہروپ بنایا ہوا تھا ان لوگوں کو میں بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے بھی اللہ والوں کے ساتھ نسبت قائم کر رکھی ہے۔ اس لئے کوئی ایسا کام نہ کریں جو اللہ والوں کی بدنامی کا سبب بنجائے۔ دارالعرفان میں ایک دفعہ آپ نے ذکر کرایا۔ جیسے ہی ذکر ختم ہوا۔ آپ نے غصہ سے فرمایا کہ یہاں پر میرے پاس صرف وہ لوگ آیا کریں جو رضائے الٰہی کے طالب ہوں۔ کیا وجہ ہے کہ میں توجہ دیتا ہوں اور انوارات و تجلیات باری تعالیٰ اس طرح قلوب پر لگ کر ہٹ جاتے ہیں جیسے پتھر پر بارش ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تصوف کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔ (۱) اتباع شریعت اور (۲) ربط بالشیخ۔

آپ نے فرمایا کہ تمام کمالات کے دروازے بند ہو چکے ہیں ایک ہی دروازہ ہے اور وہ ہے اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتوں کی خاک سے ملتے ہیں۔ ظاہری علوم اگر استاد سے دلی موافقت نہ بھی ہو استاد سے نفرت بھی ہو تب بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ کئی غیر مسلموں نے مسلمان اساتذہ سے قرآن و حدیث پڑھا لیکن تصوف و سلوک حاصل کرنے کے لئے خلوص اور توجہ الی اللہ کی کیفیات حاصل کرنے کے لئے اپنے استاد کے ساتھ محبت عقیدت ادب اور اطاعت کا تعلق ہونا ضروری ہے۔ شیخ کی ذات پر اعتراض مانع فیض ہے۔ شیخ کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اللہ کریم کی اطاعت ہے حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ قلبی تعلق کو ابدالاباد تک قائم رکھے اور آپ نے ہم سب پر محنت کر کے جو یہ روحانی دولت عطا فرمائی ہے۔ اس کی حفاظت کرنے کی توفیق دے اور قبر میں ساتھ لے جانے کی توفیق دے (آمین)

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کلمہ شریف استغفار اور درود شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ کلمہ شریف لاالہ الا اللہ پڑھنے سے خود بخود گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے کہ چلتے پھرتے نفی اثبات لا الہ الا اللہ پڑھتے رہا کریں اور وقفے وقفے سے ساتھ محمد رسول اللہ پڑھ لیا کریں۔ استغفار پڑھا کریں گناہوں سے بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔ ہر نماز کے ساتھ ۲۰ دفعہ استغفار پڑھتے رہیں تو پانچ نماوں کے ساتھ دن میں سو مرتبہ ہو جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ استغفار پڑھا کرو۔ اللہ کریم تمہارے مال اور اولاد میں نفع دے گا۔ درود شریف کثرت سے پڑھا کریں درود شریف پڑھنے سے مصائب و مشکلات اور رزق کی تنگی ختم ہو جایا کرتی ہے اور قیامت کے دن قرب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو گا۔ اس سلسلے میں اکثر آپ ایک صوفی کا واقعہ بیان کرتے تھے کہ اس پر کافی قرض ہو گیا اور قرض لینے والے نے اس پر دعویٰ کر دیا۔ جج نے کہا کہ قرض ادا کرو ورنہ جیل بھیج دیئے جاؤ گے۔ اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ ابھی تو میرے پاس کوئی رقم نہیں ہے۔ جب میرے پاس رقم آئے گی تو فوراً ادا کر دوں گا۔ متعلقہ تاریخ آنے سے پہلے وہ کافی پریشان ہو گیا اور

ایک دن مراقبہ مسجد نبوی میں دربار رسالت میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فلاں حاکم کے پاس جاؤ اسے میرا سلام کہو اور اسے کہنا کہ میرا قرض ادا کرو۔ اگر حاکم پوچھے تو اسے بتا دینا کہ آپ روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ فلاں تاریخ کو آپ نے درود شریف نہیں پڑھا اس حاکم نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔ اسے قرض کی رقم بھی دی اور اس کے خرچ کے لئے رقم دی اور یہ بھی کہا کہ آئندہ جب کبھی ضرورت ہو مجھ سے آکر رقم لے لینا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان نہ کرنا۔ جب مقدمہ کی تاریخ آئی تو اس نے جا کر قرض کی رقم واپس کر دی۔ اس جج نے پوچھا کہ تمہارے پاس تو رقم ہی نہ تھی یہ رقم کہاں سے لی ہے۔ اس نے جب ساری بات سنائی تو جج نے کہا کہ میں اپنی طرف سے تمہارا قرض ادا کرتا ہوں جبکہ ساتھ ہی قرض لینے والے نے کہا کہ میں اپنا قرض محض اللہ کے لئے معاف کرتا ہوں۔

دنیا کے عام حوادثات سے بھی اللہ کریم حفاظت فرماتے ہیں۔ دارالعرفان میں اجتماع کے موقع پر ایک آدمی پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ مجھے کچھ پڑھنے کے لئے بتائیں آپ نے اسے کچھ پڑھنے کے لئے بتایا اوراس کے بعد فرمایا کہ عبداللہ بن ابی جمرہ ایک بڑے بزرگ محدث اور ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے بخاری شریف کی شرح لکھی ہے۔ فضائل ذکر والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ کا ذکر محض اللہ کے لئے خلوص دل سے کیا جائے تو اللہ کریم تمام مصائب و مشکلات کو نہ صرف دور فرما دیتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ رزق کی تنگی بھی دور ہو جاتی ہے۔ رزق کی تنگی اور مصائب و مشکلات کے بارے میں ایک دفعہ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب ساتھیوں کو اجازت عطا فرمائی تھی کہ عشاء کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف اول اور گیارہ مرتبہ دورد شریف بعد میں درمیان میں ۵۰۰ مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم روزانہ باقاعدگی سے پڑھا جائے تو انشاء اللہ کچھ عرصہ کے بعد رزق کی تنگی اور مصائب و مشکلات وغیرہ ختم ہو جائیں گی۔

زندگی میں مصائب و مشکلات کا آنا اور چلے جانا۔ رزق میں تنگی ہو جانا یا فراخی کا آنا یہ سب چلتا رہتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کریم جس حال میں بھی رکھے اس حال میں اللہ کریم کے ساتھ تعلق جڑا رہنا چاہئے۔ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا ہے کہ میرے پاس صرف وہ لوگ آئیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہوں۔ جو دنیا کی طلب لے کر آئیں گے وہ ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔

اللہ کریم محض اپنے لئے اپنا پیارا اور مبارک نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ استقامت علی الدین اور خاتمہ با الایمان نصیب کرے۔ آمین۔ اللہ کریم حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے درجات عالیہ کو مزید بلند فرمائے اور آپ کی قبر مبارک پر کروڑوں اربوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

خدا	رحمت	کنند
این	عاشقان	پاک	طینت	را

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں آنحضورؐ نے فرمایا میری امت کو تین خصوصیات دی گئیں جو کسی دوسری امت کے حصہ میں نہیں آئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے وہاں سے مجھے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات عطا ہوئیں۔ (ابن مردویہ)

مُجاہدے کا مہینہ

مولانا محمد اکرم اعوان

ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا ○ انھم لا یعجزون ○ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ و عدوکم و اخرین من دونھم لا تعلمو نھم اللہ یعلمھم ط وما تنفقوا من شیی فی سبیل اللہ یوف الیکم و انتم لا تظلمون ○

رمضان المبارک بہت ہی برکتوں بہت ہی رحمتوں بہت ہی بخشش کا مہینہ ہے اور بڑا آسان سا قانون ہے کہ رمضان المبارک کا ادا کیا ہوا نفل جو ہے غیر رمضان کے فرض کے برابر فضیلت رکھتا ہے اور درجہ رکھتا ہے۔ اسی طرح کوئی پائی پیسہ جو رمضان میں خرچ ہوتا ہے کوئی کوشش جو احیائے دین کے لئے ہوتی ہے۔ کوئی نیکی جو بندہ کرتا ہے۔ وہ کئی گنا زیادہ اجر پاتی ہے۔ خود روزہ گناہوں کی ڈھال ہے۔ رمضان کا قیام بخشش کا سبب ہے۔ یہ ساری چیزیں اپنی جگہ پر ہیں لیکن بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ ہم بحیثیت قوم دو حصوں میں بٹ گئے ہیں۔ ہمارا ایک حصہ بہت بڑا حصہ بہت بڑا طبقہ' بہت زیادہ لوگ وہ دین سے بے زار ہو چکے ہیں بلکہ مذہب کو کمزوری سمجھتے ہیں۔ ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا قوم کی حیثیت سے دب جانا ان کا پیچھے رہ جانا یہ مذہب کی وجہ سے ہے اور اس مذہب سے کیسے چھٹکارا حاصل ہو جب کہ ہم نے مسلمان ہی رہنا بھی ہے تو اس بات کے حق میں ہیں کہ عیسائیوں یا یہودیوں کی طرح اسلام میں بھی تبدیلیاں کی جائیں امنڈمنٹس کی جائیں اور اسے دور حاضرہ پہ فٹ کیا جائے اور اسی میں بڑے بڑے اچھے لوگ ہیں بڑے بڑے پڑھے لکھے بڑے بڑے ذہین بڑے بڑے عہدوں پر۔

دوسرا طبقہ جو ہے وہ دوسری طرف کھڑا ہے ان کا منشا اور ان کا مطمع نظر یہ ہے کہ ہمیں جنت جانا ہے یعنی دین سارے کا سارا ایک طبقے کے نزدیک دنیا مقصد ہے اور دین اس کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ دوسرے طبقے کا مقصد حیات جنت ہے اور وہ دین کو سیڑھی بنانا چاہتے ہیں۔ اگر دین کے بغیر بھی جنت ملے تو پھر انہیں دین کی ضرورت نہیں ہے یعنی مقصد دین نہیں ہے مقصد جنت میں پہنچنا ہے۔ اگر وہ دین کے علاوہ کہیں ملجائے تو پھر دین کی ضرورت بھی نہیں محسوس کرتے یعنی بہت بڑا ایک دوسرا طبقہ جو ہے وہ اسے آپ کہہ دیں کہ وہ جنت اورینٹڈ ہے کہ انہیں صرف جنت پہنچنا ہے۔ اب آپ کسی ادارے کسی مسجد کسی اخبار کسی رسالے کو دیکھ لیں تو رمضان المبارک کے حوالے سے بھی ایک ہی بات زیر بحث آئی ہو گی کہ رمضان کے وسیلے سے جنت میں کتنا جلدی جایا جا سکتا ہے۔ کس طرح گناہ بخشے جائیں گے کس طرح جنت مل جائے گی کتنے انعام ملیں گے۔ اسلام جنت کو مقصد حیات قرار نہیں دیتا جنت بھی مخلوق ہے جس طرح یہ زمین مخلوق ہے۔ یہ آسمان مخلوق ہے۔ یہ دنیا مخلوق ہے۔ دنیا کی نعمتیں مخلوق ہیں۔ جنت بھی اسی

قرآن حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر جنت کی تعریف فرمائی ہے تو اس انداز میں فرمائی ہے کہ میاں اللہ کے طالب بن جاؤ ان کی تو رہائش ہی ایسی جگہوں پر ہو گی اب ہم نے ذات باری اور اس کی طلب کو درمیان سے نکال دیا۔

طرح ایک مخلوق ہے اور مخلوق، مخلوق کا مقصد حیات نہیں ہوا کرتی۔ جنت خالق کا جزو نہیں ہے۔ جنت خالق کا حصہ نہیں ہے۔ جنت بھی مخلوق ہے۔ اگر جنت میں ہی جانا ہے تو جنت کسی اور کاریگر نے بنائی ہے۔ اسی خلاق عالم نے یہ دنیا بھی بنائی ہے تو اسے کیوں نہ انجائے کیا جائے اس کی نعمتیں اس کا حسن اس کی خوبصورتی اس کا لطف یہ بھی تو اسی کاریگر کے بنے ہوئے ہیں۔ مقصد حیات نہ یہ دنیا ہے نہ وہ دنیا ہے۔ نہ جنت ہے، مقصد حیات ہے انسان کا خود ذات باری تعالیٰ۔ جنت کی جتنی تعریف آپ کو قرآن میں اور حدیث میں ملتی ہے اس کا ماحاصل یہ ہے کہ جنت ان لوگوں کی رہائش گاہ ہو گی جو اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ یعنی جنت کی بجائے خود کوئی حیثیت نہیں۔ جنت کی حیثیت۔

آپ دیکھیں نا ہمارے اسلام آباد میں کتنی عمارتیں ہیں لیکن ایک عمارت میں پرائم منسٹر رہتا ہے۔ اس پہ بھی گارا، مٹی، چونا مستری، کاریگر وہی تھے ایک آدمی کے رہنے سے وہ عمارت باقیوں سے الگ تھلگ ہوئی۔ ایک میں پریذیڈنٹ رہتا ہے۔ ہے تو وہ بھی ایک بلڈنگ لیکن اس کی اپنی ایک حیثیت بن گئی۔ اب اگر کوئی چاہتا ہے کہ مجھے پریذیڈنٹ ہاؤس میں رہنا چاہئے تو دو ہی راستے ہیں کہ یا تو صدر بن کر رہے صدر نہیں بن سکتا تو پھر وہاں کی ملازمت اختیار کر لے۔ کوئی مالی بن جائے، باورچی بن جائے، انجائے تو کرتا ہے تو صدر ہی کرے گا۔ دیکھنا ہے تو مالی باورچی بھی گزارا کرتا ہے۔ مالی اور باورچی کا ریذیڈنس نہیں ہوتا۔ ریذیڈنس ایک ہی بندے کا ہو گا جو پریذیڈنٹ آف پاکستان ہو گا۔ تو اس عمارت کی اگر کوئی آپ سے تعریف کرے خوبی بیان کرے اس کی آسائشیں بتائے تو اس بات کا مقصد یہ ہو گا کہ آپ صدر پاکستان بن جائیں تاکہ آپ کو وہ عمارت مل جائے۔

قرآن حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر جنت کی تعریف فرمائی ہے تو اس انداز میں فرمائی ہے کہ میاں اللہ کے طالب بن جاؤ ان کی تو رہائش ہی ایسی جگہوں پر ہو گی اب ہم نے ذات باری اور اس کی طلب کو درمیان سے نکال دیا اور ہم کہتے ہیں صدر بننے کی ضرورت نہیں۔ رہوں گا میں پریذیڈنٹ ہاؤس میں۔ بھائی کیسے رہو گے۔ وزیراعظم بننے کی ضرورت نہیں رہوں گا میں پرائم منسٹر ہاؤس میں بھئی کیسے رہو گے۔ میں دیگیں پکاؤں گا، میں نفلیں پڑھوں گا، میں زور لگاؤں گا، میں پہنچ جاؤں گا نہیں پہنچو گے۔ دیگیں پکانی ہیں تو پرائم منسٹر بننے کے لئے پکاؤ۔ نفلیں پڑھنی ہیں تو پرائم منسٹر بننے کے لئے پڑھو۔ وظیفے پڑھنے ہیں تو اس کے لئے پڑھو، ووٹ مانگنے ہیں۔ جب اگر آپ پرائم منسٹر بن گئے تو وہ رہائش آپ کو خود بخود مل جائے گی یعنی اگر خیرات کرنی ہے، اگر صدقہ دینا ہے۔ اگر نفلیں پڑھنی ہیں، اگر علم حاصل کرنا ہے۔ اگر مجاہدہ کرنا ہے تو اللہ کو پانے کے لئے کرو اسے راضی کرنے کے لئے کرو۔ اس کے قرب کے لئے کرو۔ اس کا قرب مل گیا تو جنت آپ کے قدموں میں ہو گی اور اس مقصد ہی سے ہٹ گئے تو اس کا قرب کیسے ملے گا۔ وہ

ہمارا محتاج نہیں ہے۔ اسے ہم سے لینا کچھ نہیں۔ ۔ ۔ ے قرب میں اور ہماری ذات میں ہماری خواہشات دیوار بن جاتی ہیں۔ اللہ کریم نے انسان کو اتنا شعور بخشا کہ انسان اس کی ذات کو پہچان سکتا ہے اور انسان سے وہ چاہتا یہ ہے کہ تو مجھے پہچان اور پہچاننے کے بعد میری وہ شان میری وہ حیثیت تو قبول کر لے جو میری ہے طلب تو بہت بڑی بات ہے کہ کسی میں اللہ کی طلب پیدا ہو جائے بہت بڑی بات یہ ہے کہ ہم اللہ کو جیسا وہ ہے ویسا مان لیں گے اگر جیسا اللہ ہے ویسا مان لیا جائے تو سارے مسائل ختم ہو جاتے ہیں چونکہ پھر سادہ سی بات رہ جاتی ہے۔

قل ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ اٹھنا بیٹھنا' جینا' مرنا' دوستی' دشمنی پھر اللہ کے لئے پھر مسائل ختم ہو جاتے ہیں۔ مسائل یہ اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ میں کہتا ہوں میں زیادہ پرافٹ میں زیادہ بینیفٹ لے جاؤں۔ دوسرا کہتا ہے میں زیادہ فائدہ اٹھا لوں۔ تیسرا کہتا ہے میری خواہشیں زیادہ پوری ہو جائیں۔ چوتھا کہتا ہے میری بات مانی جائے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو جب بات ہی سب نے اللہ کی مانی ہے جان اس کے لئے' عبادت اس کے لئے' مال اس کے لئے' سونا جاگنا' جینا مرنا اس کے لئے۔ جھگڑا کس بات کا۔ اب ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارا خود اسلام جو ہماری حیات ہے جو ہمارے اتحاد کا واحد سبب ہے جو ہمیں جمع کرنے کا واحد نقطہ ہے وہ اسلام ہی جھگڑے کا سبب بنا ہوا ہے۔ آج امت مسلمہ میں یا مسلمان قوم میں سب سے زیادہ فساد جس بات پہ ہو رہا ہے وہ خود اسلام ہے۔ آپ رمضان المبارک میں دیکھ لیں ہر مسجد کا الگ قبلہ ہے اور ہر مسجد والا دوسرے کو گالیاں دینے پہ تیار ہے۔ دھکے مارنے پہ تیار ہے۔ ہر مسجد والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا کام ہے اور میرے لیے لوگ کر رہے ہیں اور میرے ہی تابع رہیں یہ کسی کو خیال نہیں کہ اللہ کی عبادت ہے اللہ کے لئے کرنی ہے اللہ کریم نے حکم دیا ہے اس کی اطاعت کرنی ہے۔ دیکھیں اللہ نے زوالِ آفتاب سے لے کر تین مثل سایہ ہونے تک ظہر کا وقت دے دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی تعین فرما دی کہ جب آفتاب زوال پذیر ہوتا ہے تب سے لے کر جب تک کسی شے کا سایہ اس کے تین مثل نہیں ہو جاتا یعنی اگر وہ چھ فٹ شے ہے تو سایہ اٹھارہ فٹ نہیں ہو جاتا جب تک تب تک ظہر کا وقت ہے اٹھارہ فٹ ہو گا تو عصر ہو جائے گی اب اس وقت کے اندر میں اور آپ کون ہوتے ہیں کہ ہم کہ دیں کہ جی ظہر دو ہی بجے ہو گی جو دو بجے نہیں پڑھے گا اسے مار دیا جائے گا ہماری کیا حیثیت ہے اگر کسی نے پانچ منٹ پہلے پڑھ لی ہے تو اس کا معاملہ رب کے ساتھ ہے۔ اگر دوسرے نے دو منٹ بعد میں پڑھی ہے تو اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے ہاں ہم وقت مقرر کرتے ہیں کہ اس مسجد میں جماعت ہم اتنے بجے کریں گے تاکہ مسجد کے لوگ اس وقت پہ جمع ہو سکیں اگر کوئی بعد میں آیا اپنی نماز پڑھتا ہے تو اس پر پتھر کیوں پھینکتے ہیں ہمیں کیا حق ہے۔

اسی طرح روزے کی تعین رب العالمین نے طلوع و غروب فجر اور سورج پر کی ہے۔ ہماری گھڑیوں پر نہیں کی۔ فرمایا کہ کھاؤ پیو کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر اس وقت تک کھا پی سکتے ہو جب صبح کی سپیدی رات کی سیاہی سے الگ نہ ہو جائے فجر طلوع نہ ہو جائے جب آپ دیکھیں تو افق پر آسمان سفید نظر آئے زمین سیاہ نظر آئے اور میں آج بھی دیکھ رہا تھا یہ منظر

آسمان پر کوئی صبح پانچ بج کر انتیس تیس منٹ کے قریب تک اور ابھی ڈارکنس زیادہ تھی واشنس کم تھی روزہ پانچ بجکر آٹھ منٹ پہ بند ہو گیا۔ کوئی تک ہے کسی کو کوئی حق حاصل ہے کہ پھر اس پہ ریسٹ بھی کرے پھر اس پہ لڑے بھی کہ جو بعد میں کھا رہا ہے وہ حرام کھا رہا ہے یار کچھ خدا کا خوف کرو۔ اسی طرح شام کا اللہ نے قانون دے دیا کہ آج کا روزہ آج ختم ہو گا ثم اتموا الصیام الی الیل رات کے اندر۔ آج دس رمضان ہے تو آپ دس رمضان کو گیارہ رمضان میں افطار کریں گے یا دس میں تو مغرب کی اذان گیارہ رمضان کی ہو گی آپ جو مغرب کی اذان دیں گے آپ جو مغرب کی نماز پڑھیں گے وہ دس رمضان کی نہیں ہے وہ گیارہ رمضان کی ہے جب سورج غروب ہوتا ہے تو اسلامی دن ختم ہو جاتا ہے اور اگلا دن شروع ہو جاتا ہے۔ انگریز کی تاریخ بدلتی ہے۔ رات کے بارہ بجے شمسی جو نظام ہے۔ سورج کا جو نظام ہے۔اس میں تاریخ تبدیل ہوتی ہے رات کے بارہ بجے قمری جو نظام ہے جس پر عبادات کا انحصار ہے اس میں تاریخ تبدیل ہوتی ہے سورج ڈوبنے کے ساتھ مغرب کی نماز مغرب کی اذان آج دس رمضان کی نہیں ہو گی آج کی مغرب کی اذان گیارہ رمضان کی ہو گی سورج ڈوبتا ہے جب تو روزہ افطار ہو جاتا ہے۔ دن ختم ہو گیا اذان میں ابھی چار پانچ منٹ وقفہ باقی ہوتا ہے اور اگر اس اذان کو ہی اتنا لیٹ کیا جائے کہ پندرہ منٹ لیٹ کی جائے تو پھر کیا فائدہ ہوا اور اگر کوئی بروقت کھول لیتا ہے تو اسکے ساتھ لڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ایک آدمی جس نے سارا دن منہ بند رکھا۔ کیا وہ دو منٹ اور نہیں رکھ سکتا اس خدا کے بندے کو بھی کوئی سمجھ ہو گی اسمیں بھی کوئی شعور ہو گا اور پھر وہ ہر آدمی اپنی صوابدید کا مکلف ہے میں آپ کا ذمہ دار نہیں ہوں کہ میں آپ کو روزہ کھلاؤں۔ آپ خود مسلمان ہیں اور آپ خود مکلف ہیں کہ آپ وقت دیکھیں۔ جس آدمی پہ روزہ فرض ہے اس پر وقت کی پہچان بھی فرض ہے روزے کے حوالے سے جس پر نماز فرض ہے جب نماز کا وقت ہوتا ہے اس پر وضو بھی فرض ہو جاتا ہے ورنہ وضو فرض نہیں ہے۔ اس پر قبلے کی سمت جاننا فرض ہو جاتا ہے اس پر کپڑے پاک رکھنا فرض ہو جاتاہے۔ اس پر ساری جو ضروری چیزیں نماز کے لئے ہیں جب نماز فرض ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ساری ضرورتیں فرض ہو جاتی ہیں۔جب روزہ فرض ہو [illegible] کے متعلق جاننا مکروہات روزہ کو سمجھنا روزے کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کے مسائل کو سمجھنا روزے کے اوقات کو جاننا جس پر روزہ فرض ہے اس پر یہ ساری چیزیں فرض ہو جاتی ہیں۔ تو یہ کیوں ہو رہا ہے؟ اس لئے ہو رہا ہے کہ ہم جنت کی سواریاں ہیں صرف ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ اللہ راضی ہوتا ہے یا ناراض۔ ہم اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں یا نافرمانی ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ کسی طرح لڑبھڑ کر شور شرابا کر کے جنت پہنچ جائیں بھئی جنت جا کر کرو گے کیا کیسے جاؤ گے۔ جنت میں رکھا کیا ہے۔ جنت بجائے خود کچھ نہیں ہے۔ جنت کی ساری نعمتیں اس بندے کے لئے ہیں جو جنت میں رہنے کا سٹیٹس یا درجہ حاصل کرلے گا ایک خاص عہدے کے لوگوں کے لئے وہ نبی ہے اب آپ آرمی میں کوارٹر بناتے ہیں تو ایک آفیسر کے لئے دیتے ہیں ایک سپاہی کے لئے ہے سپاہی فوج کا حصہ ہے لیکن سپاہی کبھی سوچتا بھی نہیں کہ کمانڈر کا بنگلہ مجھے الاٹ ہو جائے اسے پتہ ہے وہ گھر بنا ہی کمانڈر کے لئے ہے اس میں سپاہی بھئی کیسے رہ سکتا ہے تو جنت بھی ان خاص لوگوں کا گھر ہے جو اللہ کی طلب میں اللہ کی رضا کو پانے کے لئے دنیوی زندگی کو اللہ کے حکم کے مطابق گزارتے ہیں اپنی چھوٹی چھوٹی

خواہشات اس بڑی ذات پر قربان کرتے ہیں ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کیا ہے ہم نے دن بھر کیا دیا پیاس لگتی تھی پانی نہیں پیا۔ ہم نے دن بھر کیا دیا بھوک لگی تھی۔ روٹی نہیں کھائی اتنی سی بات پر ملا کیا اللہ فرماتے ہیں الصوم لی روزہ تو میری ذات کے لئے ہے اس کا بدلہ تو میں ہوں یعنی آپ توازن دیکھیں اپنا سودا دیکھیں ہم نے دیا کیا روزہ رکھ کر کیا تیر مارا یہی نا کہ پانچ سات گھنٹے ہم نے پانی نہیں پیا یا آٹھ دس گھنٹے کسی نے سگریٹ نہیں پی یا کسی نے آٹھ دس گھنٹے چائے نہیں پی اسے عادت تھی چائے پینے کی اس سے بڑا تیر کونسا مارا اور اس کے بدلے میں کیا ملا اللہ کریم فرماتے ہیں الصوم لی روزہ تو میری ذات کے لئے ہے چونکہ نماز تو لوگ دیکھتے ہیں روزہ تو آپکا نہاں خانے میں بھی ہے۔ جنگل میں بھی ہے۔ ویرانے میں بھی ہے۔ سات پردوں میں، تاریکی میں آپ بیٹھے ہیں تو بھی پانی نہیں پیتے اس لیے کہ یہ معاملہ براہ راست اللہ کے ساتھ ہے۔ فرماتا ہے یہ تو میرے لئے ہے اور اس کا اجر تو میں ہوں۔ انا اجزی بہ اس کا بدلہ میں خود دوں گا اس کے بدلے کا حساب کتاب نہیں۔

یہ جو چھوٹی چھوٹی خواہشات ہیں ان کو اس کے لئے چھوڑنا اور اس کے احکام پر عمل کرنے کے لئے کوشش کرنا یہ اسلام ہے اس کا بدلہ اس کی ذات ہے ۔ ہمارا مرض یہ ہے کہ ہم روئے زمین پر کافر طاقتوں کے نیچے پس رہے ہیں۔ ہم میں تو غیرت نہیں ہے کوئی باغیرت مسلمان وہ کچھ سن نہیں سکتا جو کچھ روسیوں نے افغانستان میں کیا اور جو کچھ سربیا میں اب مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جو کچھ بنگال میں ہوا جو کچھ ہندوستان میں تقسیم کے وقت ہوا اور جو اب ہو رہا ہے۔ ہندوستان کے ایک سیاسی جماعت کے لیڈر کا اگلے دن ایک بیان تھا یہ اخباری بیان تھا اس کا اور اس نے ہدایت کی تھی ہندوؤں کو کہ مسلمان عورتوں سے بدکاری کی جائے مسلمانوں کو قتل کیا جائے اور ایسے طریقے سے کبھی آگے سے نہیں پیچھے سے آ کر کرو۔ ٹریس نہیں ہو پتہ نہیں چلے یہ جسے آپ اجتماعی آبرو ریزی کہتے ہیں پتہ نہیں کیا کیا کچھ یہ سارا کچھ نہ آدمی سن سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے۔ یہ ساری کیا ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں نہیں ہیں اگر ہیں اور واقعی ہیں ہم کیا کر رہے ہیں۔ کچھ نہیں کر سکتے اس لئے کہ ادھر روس ہے امریکہ ہے برطانیہ ہے۔ ادھر فلاں ہے۔ فلاں ہے۔ ہم کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ ہم کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہم نے تو خود مسلمانوں پر کافروں کو بلا کر حملہ آور کرایا اور مسلمانوں کو کافروں سے مروایا اپنی زمین پر بٹھا کر اپنے گھروں میں بٹھا کر بیت اللہ جو جائے امن تھا اور حرم کی زمین جو مقدس تھی چودہ سو سال بعد پہلی دفعہ اس پر خنزیر لا کر کاٹے گئے اور امریکنوں نے کھائے اور اس مقدس زمین کو جو جائے امن ہے یعنی وہ مقدس مقام جو کائنات میں جائے امن ہے۔

مثابتہ للناس و امنا جہاں جانا نیکی اور جہاں

دین پڑھو اور ہر بچے کو پڑھاؤ جن بچوں کے مستقبل کی فکر میں آپ انہیں دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں بھیجتے ہیں ان کے مستقبل میں ان کی آخرت کو بھی سامنے رکھو حقیقی مستقبل آخرت ہے۔ آپ کی نگاہ محدود ہے۔ آپ ان کے مستقبل کو عہدے تک دنیا تک سیاست تک رکھتے ہیں یہ چھوٹی سی لیمٹ ہے۔ یہ بڑا تھوڑا سا سپس ہے۔ زندگی کا اصلی حصہ ہے جو ہے ہے موت کے بعد ہے بچے کو جہاں جدید علوم پڑھاتے ہو وہاں اسے دین پڑھاؤ اور جو لوگ دین سیکھ رہے ہیں۔ خدا کے لئے جدید ٹیکنالوجی حاصل کرو کہ اللہ نے حکم دے دیا ہے قرآن نے فرض عین کر دیا ہے کہ

دونوں جہانوں کی مصیبتوں سے امن ہے وہاں سے اٹھ کر انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو کیا وہ یہ ہے کہ پہلے چار دنوں میں عراق پر جتنی بمبارڈمنٹ ہوئی اس کا بارود جنگ عظیم دوم کے پانچ سات سالوں میں جتنا بارود فائر ہوا اس سے زیادہ تھا۔ اندازہ کر لیں آپ کہ مسلمانوں کا کیا حشر ہے یہ انہیں تحفہ اس ارض مقدس سے ملا وہاں وہ فوجوں نے اٹھ کر کیا جو جائے امن ہے۔ کیوں ایسا کرتے ہیں اسی لئے کہ ساری مسلمان حکومتیں کافروں سے ڈرتی ہیں۔ بڑی سادہ سی بات ہے۔ ساری حکومتیں نہیں عام مسلمان بھی ڈرتے ہیں اور کافر جیسا حلیہ بنانا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں کوئی کافر ہمیں لفٹ تو دے گا ہمیں بلائے گا تو سہی ہم سے بات تو کرے گا۔

اللہ کریم نے اس صورت حال کو سورۃ الانفال کی اس آیہ مبارکہ میں بہت واضح بیان کیا ہے قرآن کا معجزہ یہی ہے کہ جسے ہم پرانا کہتے ہیں یہ ہر جدید مسئلے پر بات کرتا ہے اور جدید جس سائنس کو ہم کہتے ہیں وہ چودہ سو سال بعد بھی ان حقائق کی پوری خبر نہیں لا سکی جو قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے بیان کی۔ طبی اور سائنسی جو مسائل ہیں آپ انہی کے بارے میں دیکھیں ایک فلم ریلیز ہوئی ہے۔ The Truth۔ اس کی وڈیو کی ٹیپ ہے کبھی خرید کر منگوا کر دیکھیے رہنے دیں جو لوگ ڈرتے ہیں وڈیو سے انہیں ڈرنے دیں لیکن دنیا میں جو کچھ ایجاد ہوتا ہے وہ یا نیکی پہ استعمال ہوتا ہے یا برائی پہ آپ ایجادات کو نہیں روک سکتے ان کے مصرف کو برائی سے ہٹا کر نیکی کی طرف لایئے جو لوگ ابھی اس خیال میں گرفتار ہیں کہ جو ایجاد ہوئی ہے ہم اسے روک دیں گے وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں انہیں روکنے دیں وہ روک سکتے ہیں تو روکیں ہم انہیں منع نہیں کرتے لیکن میرا مشورہ آپ کو یہ ہے کہ جو چیز ایجاد ہوتی ہے اس سے جو برائی ہوتی ہے اس برائی کو روکیں اور اسے نیک مقصد پہ استعمال کریں تو وڈیو پر اگر ناچ گانے، فحش فلمیں دیکھی جا سکتی ہیں تو وڈیو پر The Truth بھی دیکھیے۔ اس میں دنیا کے بڑے بڑے سائنس دانوں نے ان مسائل پر گفتگو کی ہے جو قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے بتائے تھے۔ مثلاً درخت کس طرح بنتا ہے۔ درخت میں آگ کہاں پوشیدہ ہے۔ و فی لشجر الا خضر النار یہ بائنی والوں نے آج چودھویں صدی میں دریافت کیا ہے کہ واقعی ہر درخت کے سبز پتے کے اندر بھٹی ہوتی ہے آگ ہوتی ہے جو اس ساری غذا جو جڑ حاصل کرتی ہے وہ ہر پتہ ایک کارخانہ ایک فیکٹری ہے وہ جڑ سے وہاں جاتی ہے وہاں پکتی ہے تیار ہوتی ہے۔ پھر واپس تنے میں آ کر پھر تقسیم ہوتی ہے تو سائنس چودہ سو سال بعد وہاں پہنچی جہاں قرآن نے اس وقت کہا تھا و فی السشجر الا خضر النار ہر سبز درخت میں بھی ہم نے بھٹے لگا رکھے ہیں کارخانے لگا رکھے ہیں۔ آگ چھپا رکھی ہے۔ ہر پتے میں آگ چھپا رکھی ہے۔ تو اس قسم کی بہت سی باتیں انہوں نے ڈسکس کی ہیں بہت خوبصورت کوئی سائنس دان جاپان کا ہے کوئی چائنہ کا ہے کوئی امریکہ کا ہے کوئی روس کا ہے۔ ہر شعبے کے جو دنیا کے ٹاپ سائنٹسٹ تھے ان کی ریسرچ ہے اس میں سے بہت سے لوگ خود مسلمان بھی ہیں۔ اسی طرح وہ جو ہے اس کائنات کا اس میں بچے کی پیدائش کا سارا سسٹم ڈسکس کیا ہے۔ قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے وہ حقائق بتائے جو آج کی جدید سائنس جن کا کچھ حصہ جان سکی ہے سارا نہیں تو اس سے آپ کو یہ فائدہ ہو گا کہ یہ جو الزام ہے مذہب پر قدامت پسندی کا اس کا جواب مل جائے گا کہ مذہب جدید سائنس سے بہت آگے کی بات کرتا ہے۔ ابھی جدید سائنس بھی ان بلندیوں کو نہیں پا

سکی جن کی بات مذہب کرتا ہے تو اس آیہ مبارکہ میں بھی قران کا یہ معجزہ ظاہر ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔

ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا اے کافرو یہ نہ سوچو کہ تم تگڑے ہو گئے اور اب تمہارا ہم کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تم ہماری گرفت سے بڑھ گئے ہو۔ ہماری قدرت کاملہ سے نکل گئے ہو ایسا نہیں۔انھم لا یعجزون○ یہ مجھے عاجز نہیں کرسکتے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ میری طاقت اور میری قدرت کاملہ سے باہر ہو جائیں یہ آج بھی کچلے اور مسلے جاسکتے ہیں۔ اپنی ساری کروفر کے ساتھ اپنی ساری طاقت کے ساتھ اپنے سارے تکبر کے ساتھ اپنے سارے وسائل اور ذرائع کے ساتھ یہ ایک چٹکی میں مسلے جا سکتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ مسلمانو تم بھی تو کچھ کرو۔ کہ اگر اللہ ہی کو ان سے لڑنا ہے تو تمہاری ضرورت کیا ہے اور تمہاری کامیابی ناکامی کسے کہیں گے تم محاسبہ کس بات کا دو گے تم جواب کس بات کا دو گے تمہیں کیوں پیدا کیا گیا ان کے مقابلے میں۔ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر اس سے کیا وفا کی تم نے اللہ کو اللہ مان کر اس کی اطاعت کا حق ادا کیا تو تمہارے ذمے یہ ہے۔

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل تمہارے یہ ذمے ہے کہ تم ان کے لئے ایک طاقت جمع کرو ایک (Strength) پیدا کرو۔ ایک آرمی بناؤ ایک فوج بناؤ۔ جس قدر تم کر سکتے ہو جو ممکن ہے۔ تمہارے لئے وہ قوت تم پیدا کرو اور ان کے مقابلے میں اسباب جمع کرو اس وقت چونکہ سب سے بڑا جنگی ہتھیار کے طور پر گھوڑا استعمال ہوتا تھا سفر بھی گھوڑے پہ ہوتا تھا میدان جنگ میں بھی دیکھا جاتا تھا کہ کس طرف کتنے سواروں کا رسالہ ہے تو فرمایا تم بھی گھوڑوں کے اصطبل بناؤ' طویلے بھر دو گھوڑوں سے۔ آج اگر جدید راکٹ لانچر اور جدید ہوائی جہاز استعمال ہوتے ہیں اور جدید وےپنز آ گئے ہیں تو آج ان ہتھیاروں کے انبار تم بھی جمع کرو اپنی افرادی قوت جمع کرو اور اپنے وسائل جمع کرو اور اتنے جمع کرو۔

ترھبون بہ عدد اللہ کہ کافر تمہاری طاقت سے لرز اٹھیں۔ بڑی خوبصورت بات کی یہاں جنگ کی تیاری کرو اور اتنی کرو کہ جنگ کا امکان باقی نہ رہے کوئی تم سے لڑنے کی جرات نہ کر سکے۔ کیوں کرو یہ سب کچھ۔

ترھبون بہ عدوا اللہ وعدو کم تاکہ خدا کے دشمن اور تمہارے دشمن اس سے لرزیں۔ ان پر لرزہ طاری ہو انہیں خطرہ ہو اور جن کو تم جانتے ہو انہیں تو تم دبکا کے رکھو بہت سے ایسے ہیں جنہیں تم جانتے ہی نہیں۔

اللہ یعلمھم میں انہیں جانتا ہوں ان کا بندوبست میں کر لوں گا جنہیں جانتے ہو تم ان کا مقابلہ تو کرو مقابلے میں تو آؤ مقابلے کی تیاری تو کرو۔ یہ تیاری کیسے ہو گی اگر ہم جدید علوم کو جانتے ہی نہیں اگر ہم جدید ضروریات زندگی کو سمجھتے ہی نہیں ہیں اگر ہم جدید آلات کو سیکھتے ہی نہیں تو تیاری کیسے ہو گی۔ جیسے نماز جب فرض ہے تو اس کے لوازمات فرض اس کے لئے جاننا فرض روزہ فرض ہے تو اسکے لوازمات فرض اس لئے اسی طرح سنت کا جاننا سنت واجب کا جاننا واجب یعنی مسلمان کے لئے جس طرح اسلام سیکھنا ضروری ہے اتنا ہی اس کے لئے جدید علوم میں ماہر ہونا ضروری ہے۔ ایک طرف وہ ہوائی جہاز بھی اڑا سکے راکٹ میں بھی بیٹھ سکے جدید توپ سے نشانہ بھی لے سکے جدید وےپنز کو استعمال کر سکے جدید مشینری کو چلا سکے جدید کارخانے چلاسکے اور جدید دور کی ہر چیز ہر وےپنز ہر شے کو اپنے استعمال میں لائے اور بنانے کا فن جانتا ہو بنے بنائے ہی نہ خریدتا رہے بلکہ

بنا کر دنیا کو دے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے قسطنطنیہ کی بات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا بحری بیڑا حملہ کرے گا یعنی وہ اس عہد میں بحری فوجیں نہیں ہوتی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ بحری فوج تھی اور نہ بنائی گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ بحری فوج بھی ہر ملک کی جنگی ضرورت بنے گی اور مسلمانوں میں جو پہلے بحری فوج بنا کر اسے استعمال کر کے قسطنطنیہ پہ حملہ آور ہو گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سارا لشکر جنتیوں کا ہے۔ بلکہ ایک صحابیہ نے گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرمایئے اللہ مجھے جنت دے دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کے طور پر انہیں فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں مسلمان بحری لشکر بنائیں گے اور وہ پہلا بحری لشکر ہو گا اور وہ سارا لشکر جنتیوں کا ہے اور تو اس لشکر میں شہید ہو گی پھر ان کی وفات اسی لشکر میں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بحری فوج بنانے کا سہرا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آیا اور انہی کا تیار کردہ بحری لشکر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے گیا اور وہ خاتون صحابیہ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی اسی لشکر میں جہاز سے گر کر زخمی ہو کر شہید ہو گئی۔ یعنی بتایا کیا۔ تہجد تو وہ پہلے پڑھتے تھے نوافل تو پہلے پڑھتے تھے قرآن تو پہلے انہیں آتا تھا حدیث سے پہلے وہ واقف تھے فرمایا وہ سارے اس لئے جنتی ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی ایک بحری فوج بھی بنا دی۔

ہمارا یہاں حال یہ ہے کہ جسے چار حرف جدید علم کے آتے ہیں وہ سمجھتا ہے دین مصیبت ہے اور جو دو نمازیں پڑھ لیتا ہے وہ کہتا ہے ان بابوؤں کو لٹکا دو۔ ان کو جب تک پھانسی نہیں دو گے تب تک اسلام نہیں بچتا۔ اسلام خطرے میں ہے۔ اسلام خطرے میں۔ عجیب بات ہے اسلام کو کیا خطرہ ہے بھئی اللہ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ میں نے یہ کتاب نازل کی ہے میں ٹھیکیدار ہوں اس کی حفاظت کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ خطرہ اسلام کے لئے کہیں بھی نہیں ہے۔ اسلام اس دنیا میں ہے اور ہمیشہ رہے گا جب اسلام نہیں رہے گا یہ دنیا نہیں رہے گی خطرہ ہمارے لئے ہے کہ ہم اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔

ہمارے سیاست دانوں نے ایک جملہ ایجاد کر رکھا ہے ملک کو خطرہ ہے ملک کو تب تک خطرہ ہوتا ہے جب اس بندے کو اقتدار نہیں ملتا جب اسے مل جاتا ہے ملک ٹھیک ٹھاک ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرا کہتا ہے ملک ٹوٹ جائے گا ملک کو خطرہ ہے حکومت مجھے دے دو اور علماء حضرات نے اسلام کے خطرے کا اٹھا رکھا ہے۔ ایک سرخ سا جھنڈا اسلام خطرے میں ہے۔ اسلام کو کیا خطرہ ہے جس کی حفاظت کا ذمہ رب العالمین نے لے لیا اسے خطرہ نہیں ہے۔ خطرے میں ہم ہیں جو اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

تو مسلمانی یہ نہیں ہے کہ ہم صرف بھوکے پیاسے رہیں روزہ ایک مجاہدہ ہے اضطراری' مجاہدہ کہتے ہیں برائی کو چھوڑنے اور نیکی کو اپنانے کے لئے جو محنت کی جاتی ہے کوشش کی جاتی ہے اسے مجاہدہ کہتے ہیں اسی سے جہاد نکلا ہے جس کا اسلام نے تصور دیا ہے۔ اسلام میں جنگ نہیں ہے۔ جہاد ہے کفر کو ظلم کو برائی کو مٹا کر نیکی کی رواج دینا یہ جہاد ہے۔ جنگ نہیں ہے۔ اسی طرح اپنے وجود کے اندر وہ جنگ لڑنا خود اللہ کی اطاعت کی ایسی

پریکٹس کرنا کہ حکم مل گیا طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھاؤ پیؤ نہیں تو کھانے پینے سے رک گئے بھوکے ہو سکتے ہیں۔ پیاسے ہو سکتے ہیں کمزوری فیل feel کر سکتے ہیں لیکن نہیں کھائیں گے یہ ایک پریکٹس بھی ہے کہ باقی زندگی میں بھی اللہ کی اطاعت کرنے کی توفیق ہو جائے یعنی اس سے نری بھوک پیاس نہیں یہ مراد ہے کہ یہ مہینہ ریفریشر کورس ہو جائے باقی گیارہ مہینوں کے لئے تو اس میں اللہ نے بہت سی سہولتیں دیں سب سے بڑی سہولت یہ کہ شیطانوں کو قید کر دیا ایک بہت بڑا دشمن جو ہمارے نفس کو ادھر گھسیٹتا تھا وہ گیا لیکن یاد رکھو شیطان خود ابلیس اور ابلیس کی اولاد قید ہوتی ہے جو شیطان جنوں اور انسانوں میں سے ہیں وہ قید نہیں ہوتے اصلی شیطان قید ہوتے ہیں یہ جو بن گئے ہیں۔ یہ قید نہیں ہوتے۔جو انسان ہو کر شیطان بنے ہوئے ہیں یا جن ہو کر شیطان بنے ہوئے ہیں یہ آزاد رہتے ہیں اور ابلیس اور اس کی ذریت کا اگر شمار کیا جائے تو میں ایک چھوٹا سا حوالہ آپکو بتا دوں ایک دفعہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے بات ہو رہی تھی۔ اس موضوع پر۔

ہم کشمیر سے واپس آرہے تھے تو پنڈی سے گزرے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ جدید چیزوں سے واقف نہیں تھے۔ بہت سادہ تھے۔ تو اس وقت نئی نئی سواری آئی تھی پاکستان میں سکوٹر اس سے پہلے نہیں ہوتے تھے تو وہ ایک سکوٹر وہاں کھڑا تھا تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بھئی یہ چیز پہلے نہیں دیکھی یہ کیا ہے تو اس سے بات چل نکلی تو آپ فرمانے لگے کہ یار اس پنڈی میں پتہ نہیں کیا مصیبت آئی ہے کیوں جی فرمایا ایسے پتہ چلتا ہے کہ بے شمار شیطان جس طرح مچھر چھا جاتا ہے۔ اس پر چھا گئے ہیں اور اس میں بے شمار بندر اور بندریاں جو ہیں وہ دنیا سے اکٹھے ہو کر انہوں نے یہاں بسیرا کر لیا ہے۔ پتہ نہیں اس پہ کیا آفت آنے والی ہے۔ تو وہ اک پتہ چلتا ہے جب اسلام آباد بنا واقعی کہ دنیا بھر کے بندر نما لوگ اور بندر نما عورتیں اور بندے جو ہیں وہ یہاں جمع ہو گئے وہ آج سے کوئی پچیس سال پہلے حضرت نے جو بات کی تھی اس کی تعبیر اب سمجھ میں آتی ہے بلکہ آپ کے الفاظ تھے مجھے اچھی طرح یاد ہیں کہ بندر اور بندریاں ہیں اور بدکاری میں مشغول ہیں۔ اسلام آباد اب اس کی تصویر نظر آتی ہے۔ تو اسی ضمن میں بات چلی تو آپ نے فرمایا کہ مچھروں کی طرح شیاطین چھائے ہوئے ہیں تو میں نے پوچھا حضرت یہ شیاطین اتنے زیادہ ہیں کہ کسی ایک آبادی پہ مچھروں کی طرح چھا گئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے اندازہ اس طرح ہوتا ہے کہ روئے زمین پر جتنی آبادی انسانوں کی ہے کم از کم ان سے دس گنا زیادہ آبادی جنوں کی ہے اس لئے کہ وہ آدم علیہ السلام سے پہلے زمین پر آباد تھے پہلے پھلنے پھولنے لگے ان کی نسل پہلے چلی تو یوں نظر آتا ہے کہ جیسے وہ آدمیوں سے اندازا" کم سے کم آدمیوں سے دس گنا زیادہ ہوں اور شیاطین کو دیکھا جائے تو جنوں اور انسانوں کی مجموعی تعداد سے کم و بیش دس گنا زیادہ ہوں گے چونکہ شیطان کو جو اللہ نے مہلت دی قیام قیامت تک تو زندہ رہے تو اس کی زندگی چلی گئی کروڑوں سالوں پر تو اس کی اولاد میں وہ وصف اس طرح آیا کہ اس کا ایک ایک بیٹا جو ہے وہ ہزاروں سال جیتا ہے۔ ابلیس کا پوتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا سلام پہنچایا تھا کہ میں مسلمان ہوں میں تو ان کی خدمت میں بھی گیا تھا۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تم عموماً طویل العمر ہوتے ہو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاؤ تو میرا سلام پہنچانا تو وہ ان میں برتھ ریٹ زیادہ ہے۔چونکہ منصوبہ بندی کرنے والا کوئی نہیں۔ نواز شریف کی حکومت

تو وہاں ہے نہیں جو منصوبہ بندی کر دے تو بر تھ ریٹ ان کا ٹھیک ٹھاک ہے اور مرتے بڑی دیر سے ہیں تو وہ ان کی تعداد جو ہے وہ جو تعداد ہے وہ قید ہو گئی۔ اب ان کا ایک اضافی حصہ جو ہے وہ ہے جو ہے شیطین الانس والجن انسانوں میں سے بھی بعض لوگ برائی کرتے کرتے اپنے آپ کو شیطان بنا لیتے ہیں اور جنوں میں بھی بہت سے ایسے ہیں تو وہ دشمن باقی ہیں اور وہ خطرناک ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ابلیس جو ہے یہ کم خطرناک ہے اور انسانوں سے جو شیطان بنتا ہے وہ زیادہ خطرناک ہے۔ ابلیس دل میں وسوسہ ڈال سکتا ہے کہ چوری کر لو۔ انسانوں کا شیطان کہتا ہے میں چوری کرنے چلا ہوں آپ کو بھی ساتھ لے جاتا ہوں یعنی یہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے تو یہ خطرہ تو ہے لیکن بہر حال ایک بہت بڑا فیکٹر اللہ نے شیطانوں کو بند کر دیا اعمال کا اجر بڑھا دیا ہمارے لئے کورسز مقرر کر دیے اس لئے کہ یہ ساری بھوک پیاس میرے لئے کاٹو کوشش یہ کرو کہ تمہارا مقصد حیات میری ذات بن جائے تو پھر میری ذات کے حوالے سے پھر ساری نعمتیں تمہاری ہیں اس دنیا میں بھی اس دنیا میں بھی اور اللہ کو پانے کے لئے آدھوں نے دین سیکھ لیا وہ دوسروں پہ فتوی دیتے ہیں دوسروں نے ٹیکنالوجی سیکھ لی وہ مولویوں کو کوستے ہیں۔ اس طرح بات نہیں بنے گی دین سیکھنا ہمارے لئے اس لئے ضروری ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمیں یہ جاننا ہو گا کہ مسلمان کیا ہوتا ہے اس کا عقیدہ کیا ہوتا ہے۔ اس کے لئے کیا حلال ہے کیا حرام ہے کوئی بھی شخص کسی شعبے میں ماہر بننا چاہے تو اسے عمر لگانی پڑتی ہے ہر سکالر ہر بندہ سکالر نہیں بنتا لیکن ہر مسلمان کو اپنی ضروریات کے لئے اسلام کے احکام جاننا اتنے ہی ضروری ہیں جتنے علماء سکالر ہیں۔ اسلام بھی سیکھو اسلام پڑھو' قرآن پڑھو اور قرآن کو سمجھو ایک آیت کو اگر آپ نے ایک رمضان میں سمجھ لیا تو اتنا ثواب نہیں ہو گا جتنا اس ایک کے سمجھ لینے سے ہو گا اور پھر اس پر عمل کی توفیق ہو گئی تو نور علیٰ نور ہے۔

دین پڑھو اور ہر بچے کو پڑھاؤ جن بچوں کے مستقبل کی فکر میں آپ انہیں دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں بھیجتے ہیں ان کے مستقبل میں ان کی آخرت کو بھی سامنے رکھو حقیقی مستقبل آخرت ہے۔ آپ کی نگاہ محدود ہے۔ آپ ان کے مستقبل کو عہدے تک دنیا تک سیاست تک رکھتے ہیں یہ چھوٹی سی لمٹ ہے۔ یہ بڑا تھوڑا سا سپیس ہے۔ زندگی کا اصلی حصہ ہے جو ہے ہے موت کے بعد ہے بچے کو جہاں جدید علوم پڑھاتے ہو وہاں اسے دین پڑھاؤ اور جو لوگ دین سیکھ رہے ہیں۔ خدا کے لئے جدید ٹیکنالوجی حاصل کرو کہ اللہ نے حکم دے دیا ہے قرآن نے فرض عین کر دیا ہے کہ

واعدو لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ۔وسائل جمع کرو ٹیکنالوجی سیکھو' جدید علوم سیکھو اور ایک قوت بن کر اٹھو کافروں کے مقابلے میں جنہیں تم جانتے ہو۔ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالو جنہیں تم نہیں جانتے ان سے بھی میں نبٹ لوں گا اور میں ان سے بھی نبٹ لوں گا لیکن جب تم ان کے سامنے مقابلے میں میدان میں آؤ گے۔ اب رہی یہ بات کہ اس کے لئے تو تمہیں اوکھا ہونا پڑے گا۔ خواہشات چھوڑنا پڑیں گی بعض چیزیں جو ہیں وہ قربان کرنا پڑیں گی تو فرمایا وما تنفقوا من شئی فی سبیل اللہ یوف الیکم۔جو چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی میری خاطر قربان کرو گے میں اسے بڑھا چڑھا کر تمہیں لوٹا دوں گا۔ ارے بے وقوفو! تم سب سے بڑے بنک میں ڈیپازٹ کرا رہے ہو ضائع نہیں کر رہے کبھی اپنا سرمایہ بنک میں

ڈیپازٹ کراتے ہوئے کوئی ڈرتا ہے کوئی روتا ہے تو تم میرے لئے جو خواہش چھوڑو گے میرے لئے جو محنت کرو گے۔ میرے لئے جو کام کرو گے۔ میرے حکم کی تعمیل میں دین پڑھو گے کہ اللہ راضی ہو یہ بھی تم نے قربانی کی اور میرے حکم کی تعمیل کے لئے ماڈرن ٹیکنالوجی سیکھو گے یہ بھی تم نے میرے لئے قربانی کی۔ میں اس سارے کا بھی اجر بڑھا چڑھا کر تمہیں لوٹا دوں گا یہ تم اپنا بنک بیلنس بنا رہے ہو جس پر بے پناہ منافع ہو گا۔

وانتم لاتظلمون○ تمہارے ساتھ زیادتی نہیں ہو گی کوئی چیز ضائع نہیں جائے گی تمہاری۔ تو میرے بھائی ہم میں سے کچھ بزرگ ہیں جن کے بیٹے، جن کے بچے آفیسر ہیں ہم میں سے کچھ جوان ہیں جو خود فیلڈ میں ہیں۔ ہم میں کچھ بچے ہیں جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ میرا پیغام سب کے لئے یہ ہے یہ میرا نہیں یہ قرآن کا پیغام آپ کے نام ہے کہ دین سیکھو تاکہ تم اسلام کو سمجھ سکو کہ قبول کر سکو اس پر عمل کر سکو۔ دنیا سیکھو کہ تم بہترین مسلمان سپاہی بن سکو بہترین مسلمان فوج بن سکو بہترین مسلمان جرنیل بن سکو۔ اب رہا یہ خطرہ تمہارا کہ کافر بڑے طاقتور ہیں۔ اللہ فرماتا ہے مجھ سے بڑے طاقتور تو نہیں ہیں میں ان سے میں نبٹ لوں گا کچھ تو تم کرو جو تمہارے بس میں ہے۔

ما استطعتم جو تمہارے بس میں ہے وہ تو تم کرو۔ اللہ کریم ہماری ان کوتاہیوں سے درگزر فرمائے جو آج تک ہم کر چکے ہیں ہمیں قرآن حکیم کو سمجھنے کی اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ہمیں بھی وہ سعادت دے کہ کاش ہم اس کی راہ میں جان تک دے کر میدان حشر میں کہہ سکیں کہ یا اللہ کچھ تو ہم بھی کر گزرے۔

ضرورت اساتذہ برائے

صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

اردو۔ عربی اور کیمسٹری کیلئے ماسٹرڈگری یا متعلقہ مضمون کا تجربہ رکھنے والے ریٹائرڈ اساتذہ کی ضرورت ہے

تنخواہ اور دیگر مراعات

(ا)۔ تنخواہ حکومتی سکیل کے مطابق (ب)۔ فری سنگل رہائش بمعہ ہاؤس رینٹ
(ج)۔ اکیڈمی مس میں کھانے کی رعایتی سہولت (د)۔ ذاتی تربیت کا سنہری موقع

پرنسپل صقارہ اکیڈمی دارالعرفان۔ منارہ ضلع چکوال۔ فون 05776/2745

حضرت جیؒ کی زندگی مبارک

دین مبین کی اساس اور اس کی عملی تعبیر حیات پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگرچہ دنیا اور امور دنیا سے یکسو ہو جانا تنہا رہنا اور دنیوی امور میں دلچسپی نہ لینا یہ چیزیں انسان کو گناہ سے بچنے میں مدد دیتی ہیں اور صوفیاء کے اسباق میں اور صوفیاء کے سوانح میں ان کا تذکرہ بھی ملتا ہے ان کی شہرت عوام میں اس قدر ہو چکی ہے کہ وہ صرف اس آدمی کو صوفی یا عارف باللہ ماننے کو تیار ہیں جو دنیا سے اس قدر یکسو ہو چکا ہو کہ رہنے کے لئے بھی آبادی کی بجائے جنگل کو ترجیح دے لوگوں سے ملتا نہ ہو اور کھانے پینے کا کوئی اصول و ضابطہ نہ ہو اس طرح سے اس کا کوئی گھربار ملکیت جائیداد نہ ہو اور اسے صوفی کہتے ہیں۔

اور وہی تعبیر ہے اللہ کے احکام کی اور قرآن کے مفاہیم کی تو جب کوئی اس مقام سے بھاگ گیا تھک ہار گیا اور یہ بہت مشکل کام ہے یہ آسان کام نہیں ہے دنیا میں بے لگام ہو کر جینا تو کوئی مشکل نہیں ہے لیکن دنیا میں رہنا اور دین دار رہنا ذالک من عزم الامور اللہ کریم فرماتے ہیں یہ بہت بڑا کام ہے انسانی حاجات بھی ہوں انسانی ضروریات بھی ہوں اور معاشرے میں تعلقات بھی ہوں دوستی اور دشمنی بھی ہو رشتہ داری بھی ہو بیوی بچے بھی ہوں اور ان کی ضروریات بھی ہوں پھر جتنا بگڑا ہوا معاشرہ ہو اس کی بگاڑ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بالکل سیدھا سیدھا چلے انسان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنا راہنما عملی زندگی میں بنائے۔ کہنا تو آسان ہے مگر اس

مولانا محمد اکرم اعوان

لیکن یہ یاد رکھیں یہ کمال نہیں کمزوری ہے اور بڑے بڑے معروف لوگوں کو جب اس میدان میں دیکھا گیا تو سمجھ یہ آئی کہ جس مقام پر اور جس منازل پر سلوک کے راستے میں وہ تھے اور انہوں نے دنیا چھوڑ دی اور تنہائی میں گوشہ نشین ہو گئے تو اسی مقام پر ان کی وفات ہوئی اس سے آگے ترقی درجات ان کے لئے نہیں ہو سکی۔ ایک طرف تو انہیں گناہ کا موقع ہی نہ ملا اور گناہ کے مواقع سے مجتنب ہو گئے یکسو ہو گئے دنیا اور دنیا کے امور کو چھوڑ دیا۔ یاد رہے ترقی درجات کا مدار دنیا میں رہ کر دنیا کو اپنا کر دنیا میں چلتے ہوئے اتباع رسالت ہے۔ یہ ترقی درجات کا سبب بنتی ہے کیونکہ دین کی اساس جو ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک ہے

کے عمل سے یہ واضح ہو کہ یہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہا ہے ذالک من عزم الامور یہ بہت بڑا کام ہے اور اسی پر مدار ہے ترقی درجات کا ایک شخص ساری زندگی مراقب بیٹھا رہے سوائے اللہ اللہ کے کوئی بات نہ کرے وہ ان منازل کو نہیں پا سکتا جو ایک ایسے شخص کو حاصل ہوتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھولی ہوئی سنت کو میدان عمل میں زندہ کر دکھائے۔

جہاں یہ بات ملتی ہے کہ صوفی گوشہ نشین ہوتے ہیں وہاں اس کا ایک اچھا پہلو بھی ہے کہ صوفیاء ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے معاشرے میں رہ کر ماحول اور معاشرے سے ٹکر لی اور اتنے بھرپور طریقے سے لی کہ

معاشرے کی بنائی ہوئی روایات اور رسومات کو توڑ پھوڑ کر تہس نہس کر دیا اور ان کھنڈروں پر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمارت کو استوار کیا اور تاریخ عالم ایسے افراد کے اذکار سے بھری پڑی ہے یہی وہ لوگ تھے جنہیں واقعی مقامات و منازل میں بے پناہ ترقیاں اور بے پناہ قرب الہٰی نصیب ہوا۔

تاریخ تصوف میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر بڑے زور و شور اور شدومد سے ملتا ہے لیکن ان کی زندگی کے اس پہلو سے بہت کم بحث کی جاتی ہے کہ وہ اس زمانے میں در آمد اور بر آمد کا کاروبار کیا کرتے تھے اور ان کا تجارتی سامان بحری جہازوں کی تعداد میں آتا تھا کہ آج دس جہاز آ گئے اور آج پانچ جہاز آئے یہ نہیں ہوتا تھا کہ کسی جہاز میں لاد کر آتا تھا کہ باقی بیوپاریوں کا بھی ہو اور ان کا بھی ہو بلکہ ان کے جہازوں کے بیڑے آیا کرتے تھے نیم روز کی ریاست بادشاہ نے تحفتہ" دینے کی کوشش کی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا میری سلطنت نیم شبی جو ہے وہ تیری ریاست نیم روز کی پرواہ نہیں کرتی انہیں اتنی بھی احتیاج نہیں تھی اور زندگی بھی غیر اسلامی روایات کے ساتھ اتنا مقابلہ انہوں نے کیا اور اللہ کے قریب جس قدر لوگوں کو لیکر وہ پہنچے یہ اللہ کا احسان تھا اور یہ انہی کا مقام ہے کہ آپ ایک جملے سے اندازہ فرمالیں فرماتے ہیں اگر ساٹھ برس کی زندگی میں ساٹھ منٹ بیماری آ جائے عمر بھر صحت مند رہتے ہوئے چند منٹ بخار ہو جائے تو خدا کا شکر کرنے کے بجائے اس کی مخلوق کے سامنے اس کے شکوے کیوں کرتے ہو۔ جیسا ہمارا رواج ہے کہ ہم کہہ دیتے ہیں کہ جی مجھے بڑی تکلیف ہے مجھے بڑا بخار ہے وہ اسے برداشت نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں اس نے تجھے صحت دی عزت دی دولت دی عمر دی مقامات و منازل دیئے مقام دیا دنیا میں تجھے توفیق عمل دی ایمان دیا تعلیمات نبوی سے تیرا دل روشن کیا تیرے لئے اپنا کلام نازل فرمایا اوراس طویل زندگی میں چند لمحے اگر بیماری آگئی کہ شاید یہ بھی تیری ہی بہتری کے لئے ہو تیرے ہی گناہوں کا کفارہ ہو تیرے ہی ترقی درجات کا سبب ہو ارے ناداں تو اسی کا شکوہ اسی کی مخلوق کے سامنے کرتا ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی اب اس مقام پر ایک عام آدمی کو لے کر جانا اور اسے اللہ کے اتنے قریب پہنچا کر چھوڑنا کہ اسے بات کرتے ہوئے رب سے حیا آئے یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔

سیاست کو متاثر کرنا ماحول اور معاشرے کو متاثر کرنا تجارت اور کاروبار میں اپنا راستہ متعین کرنا دوستی اور دشمنی کی راہیں متعین کرنا اور اس جدوجہد میں زندگی بسر کرنا یہ بہت بڑا کام ہے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے بعض لوگوں کی خصوصیات ہوتی ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ دنیا سے

جہاں یہ بات ملتی ہے کہ صوفی گوشہ نشین ہوتے ہیں وہاں اس کا ایک اچھا پہلو بھی ہے کہ صوفیاء ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے معاشرے میں رہ کر ماحول اور معاشرے سے ٹکر لی اور اتنے بھرپور طریقے سے لی کہ معاشرے کی بنائی ہوئی روایات اور رسومات کو توڑ پھوڑ کر تہس نہس کر دیا اور ان کھنڈروں پر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمارت کو استوار کیا

سفر کے بعد ان کی روح کو ملاء اعلیٰ میں شامل کر دیا گیا وہ خصوصیات عطا فرما دی گئیں جو حاملین عرش فرشتوں کی ہیں۔ عالم بشریت سے اس قدر تقدس کو سمیٹ کر جانا لیکن جو الگ گوشہ نشین رہے ہیں انہیں یہ نعمتیں نہیں ملیں یہ ضرور ہوا کہ وہ گناہ کی زندگی سے بچ گئے لوگوں کی ایذا سے بچ گئے مقابلے اور مجاہدے سے بچ گئے اور جنگلوں میں جا کر گوشہ نشین ہو گئے تو یوں سمجھ لیں کہ جس دن انہوں نے لوگوں سے تعلقات توڑ لئے اس دن ایسے ہو گئے جیسے کوئی دنیا سے مر کے برزخ میں چلا جاتا ہے اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے جب میدان عمل ہی سے بھاگ گئے تو جو کچھ اس وقت تک لے گئے تھے وہ لے گئے اس سے آگے جا کر منازل کو نہ پا سکے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ کی زندگی کا یہ پہلو بڑا ہی روشن پہلو ہے آپ کی پوری زندگی میں کوئی لمحہ دنیا داری سے جان چھڑانے کا نہیں آیا آپ کی پوری زندگی آپ میں سے اکثر احباب نے دیکھا کہ بڑھاپا تھا بیماری تھی کمزوریاں تھیں تو دن رات سفر کرتے تھے تبلیغ کے لئے احباب کی تربیت کے لئے اس کے ساتھ ساتھ پورے طور پر دنیاداری کو ساتھ لئے پھرتے تھے خاندان کے کتنے ایسے بچے اور بچیاں ہیں جنہیں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے سایہ عاطفت میں پالا پوسا جوان کیا ان کے لئے رشتے تلاش کئے ان کی شادیاں کروائیں مکان بنا کر دیئے جائیدادیں خرید کر ان کے نام منتقل کرا دیں اور انہیں دنیا میں بسا کر چھوڑا اس سارے شعبے کے ساتھ جب کہ صوفی اپنی اولاد تک سے بیزار ہو جاتے ہیں اسی طرح جن احباب کو حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ کی صحبت نصیب ہوئی وہ خوب جانتے ہیں کہ ساری جماعت کے دنیوی افکار حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہوا کرتے تھے اور ہر ساتھی نہ صرف دینی امور میں رہنمائی حاصل کرتا تھا بلکہ دنیوی امور بھی انہیں کے پاس آ کر بحث کرتا تھا اور بہت مشکل کام ہے جب کوئی دن بھر کسی کے دکھ ہی سنتا رہے تو یہ بہت مشکل کام ہے۔

آپ ہنسنے والوں کے ساتھ بیٹھ کر ہنس تو سکتے ہیں لیکن مصیبت زدہ انسان اور رونے والے کے ساتھ بیٹھ کر رونا بڑا مشکل ہے اور کسی کی مصیبت کو صبر و اطمینان سے سن لینا۔ آدھا دکھ بانٹ لینے کے برابر ہوتا ہے اس کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور سننے والے پر آ جاتا ہے۔ لیکن کوئی ساتھی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ میں نے دنیوی امور میں رہنمائی چاہی یا مشورہ چاہا مدد چاہی یا تعاون چاہا حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے میری بات نہیں سنی یا مجھے جھڑک دیا یا میرے ساتھ تعاون نہیں کیا بلکہ بیتاب ہو جایا کرتے تھے ساتھیوں کے ساتھ اس قدر شفقت تھی کہ بے تاب ہو جایا کرتے تھے ہر ایک کے امور کے لئے کہ اس کا اُن کام ہو جائے اس کا بھی ہو جائے اس کا بھی ہو جائے۔

اور یہی بات سیرت طیبہ میں ملتی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرپور زندگی گزارنے کی تعلیم دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ بھرپور انداز میں بسر فرمائی اور یہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا اور اور یہ آپ کا معجزہ عظیم ہے۔

آپ اندازہ کریں کہ بیک وقت نو ازواج مطہرات موجود ہوں مدینہ منورہ میں تو نو خاندان میں سسرال بھی ہوں گے ان کی بیٹیاں بیٹے رشتہ داریاں ان کے ہاں بیاہ شادی ان کے ہاں موت ان کے ہاں دوسری تقریبات ان کی دوسری ضروریات کیا یہ سب کچھ نہیں ہوا۔ پھر ان کے کھانے پینے کا اہتمام ان کے لباس کا اہتمام ان کے ساتھ تعلق اور رواداری کا اہتمام۔

مدنی زندگی کے دس مبارک سال لیجئے تو کوئی دوسرا اتنا مصروف ترین اور دنیا کے رشتوں میں اتنا جکڑا ہوا آپ کوئی دوسرا انسان پیش ہی نہیں کرسکتے جتنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف مصروفیت تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ پوری رشتہ داری میں سے کوئی شکایت تاریخ کے کسی صفحے پر نہیں ملتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حد تک شفیق تھے کہ بعض اوقات ازواج مطہرات کے لئے گھر کی ضرورتکے لئے خود سودا سلف بازار سے خرید کر دوش اقدس پہ اٹھا کر لائے بکریاں دھو دیتے تھے جوتیاں ٹوٹی ہوئی گانٹھ دیا کرتے تھے پھٹا ہوا کپڑا سی دیا کرتے تھے۔ حتی کہ کھانے پکانے میں بعض اوقات ازواج مطہرات کا ہاتھ بٹا لیا کرتے تھے۔ تم ہنڈیا چڑھا لو میں سبزی کاٹ لیتا ہوں تو تم چولہا جلاؤ میں ہنڈیا میں پانی لے آتا ہوں اسی طرح سے شراکت فرمالیتے تھے اور صرف یہ کام نہیں تھا حضور کا کہ مسجد میں نماز پڑھی اور گھر آ گئے گھر کے کام کر لئے ان دس سالوں میں اسی سے اوپر غزوات و سرایا ملتے ہیں بیاسی یا چوراسی تعداد ان جنگوں کی ہے جو کفر اور اسلام کے معرکے تھے اور ہر معرکے کا سالار تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر معرکے میں یا بنفس نفیس شرکت فرمائی یا دوسرا سالار معین اور مقرر فرمایا تو اسی کی قیادت یا رہنمائی یا احکام وہ حضور ہی سے لیتا تھا۔

اس کے ساتھ روئے زمین کی سلطنتوں کو سفارت روانہ بھی فرمائی اور ان کی سفارتیں مدینہ منورہ میں آتی بھی تھیں۔ ایک سیاسی شعور بخشا کہ وہاں سے اسلامی سیاست اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرے کی کونپل بھی پھوٹی اور حیات طیبہ کے ان دس سالوں میں وہ ایک تناور درخت بن چکی تھی پورا جزیرۃ العرب ایک مسلم ریاست میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اسی میں پوری سلطنت کا نظام تبدیل کیا قاضی مقرر فرمائے عاملین زکواۃ مقرر فرمائے زمین کا نظام سنبھالنے والے مقرر فرمائے اور پولیس فورس تمام وہ محکمے تمام وہ ادارے جو ایک حکومت کی بنیادی ضرورت ہوتے ہیں وہ نئے سرے سے ترتیب فرمائے اور پوری قوم کو اللہ کے نام سے لیکر پوری دینی معلومات تک کا ذخیرہ مہیا فرمایا تعلیم فرمایا اور اسے پڑھایا اور ایسے لوگ تیار کر دیئے جو اتنے جامع اور قابل علیم میں تیار کردی ایسی قوم انہی دس سالوں میں جو پوری دنیا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کی اہلیت رکھتی ہو۔

تو آپ ذرہ تجزیہ کر کے دیکھیں کہ یہ صرف حضور ہی کو سزا وار ہے اور یہ معجزہ عظیم ہے یہ اتنا بڑا معجزہ ہے جسے انسانی عقل حل نہیں کر سکتی' سمجھ ہی نہیں سکتی کہ یہ کس طرح ممکن ہے لیکن یہ سب کچھ ہوا اور بڑی عجیب بات ہے کہ اسی معجزہ عظیم کو نہ مقرر بیان کرتے ہیں نہ کوئی سنتا ہے نہ کوئی سناتا ہے نہ کوئی اس پہلو پر بحث کرتا ہے اسے مسلمانوں نے پس پشت ڈال دیا ہے اور حقیقی اسلامی زندگی یہ ہے کہ معاشرے میں بھرپور کردار ادا کیا جائے بلکہ اتنا مضبوط کردار ادا کیا جائے کہ دوسرے کمزور لوگ بھی اس کے سہارے اس راستے پر چل سکیں اور دوسروں کے لئے ایک راستہ بن جائے اور ایسے لوگ بہت کم ہوا کرتے ہیں۔

چودہ سو سال کے فاصلے پر اور انتہائی بگڑے ہوئے ماحول اور معاشرے میں جب شرک کفر فسق و فجور کی آندھیاں اور طوفان چلتے ہیں حضرت جی رحمتہ اللہ نے بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق پھر آپ کے اس معجزہ عظیم کی یاد تازہ کر دی اور دین و دنیا میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا اور آخری دم تک لوگوں نے مقدمات کئے تو مقدمات کا مقابلہ کیا لوگوں نے لڑائیاں کیں تو وہ برداشت کیں ان میں مقابلہ کیا لوگوں نے

جائیدادیں چھینیں وہ واپس لیں لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھے اور بھرپور طریقے سے اپنی زمینیں کاشت کروائیں زمینداری ہو رہی ہے فلاں فصل کا موسم ہے وہ بیچنا ہے وہ لینا ہے وہ دنیا ہے بیاہ شادی ہے فلاں جگہ جنازہ ہو گیا یعنی پوری اس میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا اور مزا یہ ہے کہ ہر قدم کو حضور سے پوچھ کر اٹھایا یعنی اس میں دین کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور ایک ایک لقمہ کھانے پر نگاہ فرمایا کرتے تھے زندگی بھر یہ کوشش کی کہ کسی بے نماز عورت کا پکا ہوا کھانا نہیں کھایا یہاں تک احتیاط کے ساتھ۔

ایک دفعہ لنگر مخدوم جاتے ہوئے راستے میں جو گاؤں پڑتے ہیں وہاں حضرت کو ایک رات ٹھہرنا پڑا۔ خود بیان فرمایا کرتے تھے اپنی زندگی میں فرماتے تھے نماز پڑھی مسجد میں مغرب کو آپ دیر سے پہنچے نمازی خیال رکھتے ہیں نمازی پوچھا کرتے ہیں مسجد میں کوئی نیا آدمی ہو تو وہ پوچھ لیتے ہیں کہ آپ کسی کے ہاں مہمان ہیں یا مسجد میں ٹھہرنا ہے تو وہ کھانے کا انتظام کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ آپ کے لئے کھانے کا اہتمام کیا جائے تو فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میری ایک بات ہے کھانا خواہ روکھا سوکھا ہو لیکن کسی بے نماز عورت کا پکا ہوا نہ ہو تو بڑی حیرت سے فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ سارے گاؤں میں تلاش کرنے کے بعد انہیں کوئی ایسی عورت نہ ملی جو پانچ وقت کی نمازی ہو اور جو نمازیں پڑھتی بھی تھیں وہ بھی کسی نے دن میں ایک کسی نے دو پڑھ لیں تو وہ اکثر بے نماز تھیں تو فرماتے ہیں تو وہ رات انہوں نے مجھ سے پوچھا آخر آپ کیسے بسر کریں گے تو میں نے کہا کہ بھئی تھوڑا سا دودھ دے دو میں پی لوں گا۔

تو اکثر تقریروں میں مسلمانوں کی یہ حالت زار بیان فرمایا کرتے تھے۔ اتنی پوری دنیاداری میں حصہ لے کر اس قدر محتاط زندگی بسر کرنا اصل کام تو یہ ہے میدان عمل میں رہنا اور اپنے حق کی حفاظت کرنا اور کسی کے حق پہ نگاہ نہ رکھنا اصل زندگی تو یہ ہے۔

اور یہ اتنا بنیادی پہلو ہے حیات انسانی کا کہ زندگی میں مشاغل دنیا کو چھوڑ دینا یہ مشکل کام نہیں ہے۔ یہ تب تک ہمیں مشکل نظر آتا ہے۔ جب تک ہم چھوڑ نہیں دیتے جو لوگ چھوڑ دیتے ہیں وہ بالکل فارغ ہو جاتے ہیں اور انہیں کوئی دکھ نہیں رہتا کوئی تکلیف نہیں رہتی۔ لیکن دنیا میں دنیا داری کے ساتھ رہنا اور دنیوی زندگی کے ساتھ رہنا اور یہ ثابت کرنا کہ عین جس طرح حضورؐ نے فرمایا ہے اس طرح زندگی بسرکرنا بالکل ممکن ہی نہیں بلکہ سہل ہے اور بسر کی جا سکتی ہے اور اپنی عملی زندگی سے نبی رحمت کی تعلیم متعین کرنا۔

آج تو معاشرہ کہتا ہے کہ جی جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس طرح سے کوئی زندگی بسر کر ہی نہیں سکتا یہ ممکن ہی نہیں ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ تعلیمات اسلامی کو جدید سانچے میں ڈھالا

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی پوری زندگی میں اور اتنے زور دار طریقے سے اتنے خلوص سے زندگی بسر کی کہ ہزاروں لوگوں کو اس ڈھنگ پر اور اس راستے پر ڈال دیا یہ کوئی آسان کام ہے معاشرے اور ماحول سے اتنے زور سے گزرنا کہ رکاوٹیں ٹوٹ پھوٹ کر ایک طرف گرتی جائیں اور دوسروں کے لئے گزرگاہ بن جائے اتنا آسان کام تو نہیں۔

جائے اس کا نام اجتہاد رکھتے ہیں بڑی عجیب بات ہے تا یعنی تراش خراش کر کانٹ چھانٹ کر جیسے درخت سے آپ ایک چھڑی بنا لیں تو سارا درخت تراش خراش کر چولہے میں پھینک دیں چھڑی نکال لیں اور وہ خوبصورت آپ کو نظر آئے تو لوگ چاہتے ہیں کہ اسوۂ حسنہ کے حسین درخت کو کانٹ چھانٹ کر اس میں سے کوئی ایک چھڑی کوئی ایک سٹک لے لیں اور کہیں کہ جی زمانے کی ضرورت کے مطابق یہی کچھ ہو سکتا ہے اور یہ ہماری اسلامی زندگی ہو تو اس دور میں عملی زندگی میں حصہ لیکر یہ ثابت کرنا کہ تم غلط کہتے ہو اور آج بھی ویسا ہی جینا ممکن ہے جیسے حضورؐ نے ارشاد فرمایا اور اسی جینے میں لذت بھی ہے اور اسی جینے میں سکون بھی ہے اسی میں عزت بھی ہے اس میں آبرو بھی ہے۔ ضرورت تو آج اس چیز کی ہے اور یہ چیز آپ کو نظر آئے گی۔ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی پوری زندگی میں اور اتنے زور دار طریقے سے اتنے خلوص سے زندگی بسر کی کہ ہزاروں لوگوں کو اس ڈھنگ پر اور اس راستے پر ڈال دیا یہ کوئی آسان کام ہے معاشرے اور ماحول سے اتنے زور سے گزرنا کہ رکاوٹیں ٹوٹ پھوٹ کر ایک طرف گرتی جائیں اور دوسروں کے لئے گزرگاہ بن جائے اتنا آسان کام تو نہیں۔

میں اور آپ اگر اس راستے کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ نے سبب بنا دیا ہمارے سامنے بنا ہوا راستہ ہے ہم اس پر چلنے میں دشواری اور تکلیف کو دیکھ لیں کہ کتنی ہے تو آپ اس شخص کی مصیبتوں کا اندازہ کریں جس نے زندگی بھر ان گڑھوں کو پاٹ کر اور ان پہاڑوں کو اور رکاوٹوں کو کاٹ کر یہ راستہ بنایا۔

تو میرے بھائی صحیح اسلامی زندگی کے لئے دنیا میں بھرپور طریقے سے زندہ رہا جائے اور دنیا میں ہر معاملے میں اپنا حصہ اپنا فرض ادا کیا جائے بالکل اس قاعدے کے مطابق جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے تعلیم فرمایا اللہ کریم تمام حاضر و غائب احباب کو استقامت بخشے اور صحیح اسلامی زندگی اپنانے کی توفیق عطافرمائے۔

تعجب ہے

تعجب ہے اس پر جو اللہ کو حق جانتا ہے پھر بھی غیر اللہ سے وابستہ ہے۔

تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن سمجھتا ہے پھر بھی اس کی اطاعت کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی سمجھتا ہے پھر بھی اس کی رغبت کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے پھر بھی جانے والی چیز کا غم کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو یوم حساب کو حق جانتا ہے پھر بھی مال و زر کو جمع کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو جنت پر ایمان رکھتا ہے پھر بھی دنیا کو عشرت کدہ سمجھتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو حق مانتا ہے پھر بھی کبرو غرور کرتا ہے۔

حالانکہ کشتی بقاء اسے ہر گھڑی ساحل فنا کے قریب پہنچا رہی ہے

تبصرہ کتب

نام کتاب	ارشادات
	قطب الارشاد مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ
جمع کردہ	مولانا حبیب الرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ رائپوری
ترتیب و تلخیص	مولانا محمد عبداللہ مہتمم دارالھدیٰ بھکر
قیمت	پچاس روپے
صفحات	۲۷۸

کتاب کو جستہ جستہ دیکھا اور تمام کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ انشاء اللہ پہلی فرصت میں ضرور دیکھوں گا یہ کتاب خصوصاً ذاکرین اور تصوف کے طالبین کے لئے ایک بہت بڑا خزانہ ہے کتاب کے الفاظ کی برکات دل کو پہنچتی ہیں۔

چاہیے تھا کہ اچھے کاغذ پر پرنٹ کی جاتی۔ ویسے جلد لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے۔

فقیر محمد اکرم اعوان عفی عنہ